میو قوم اور میوات
مصنف
چودھری محمد اشرف خاں
میو قوم
اور
میوات
(چودھری) محمد اشرف خاں - ایم - اے
نوح (میوات) / 1969ء
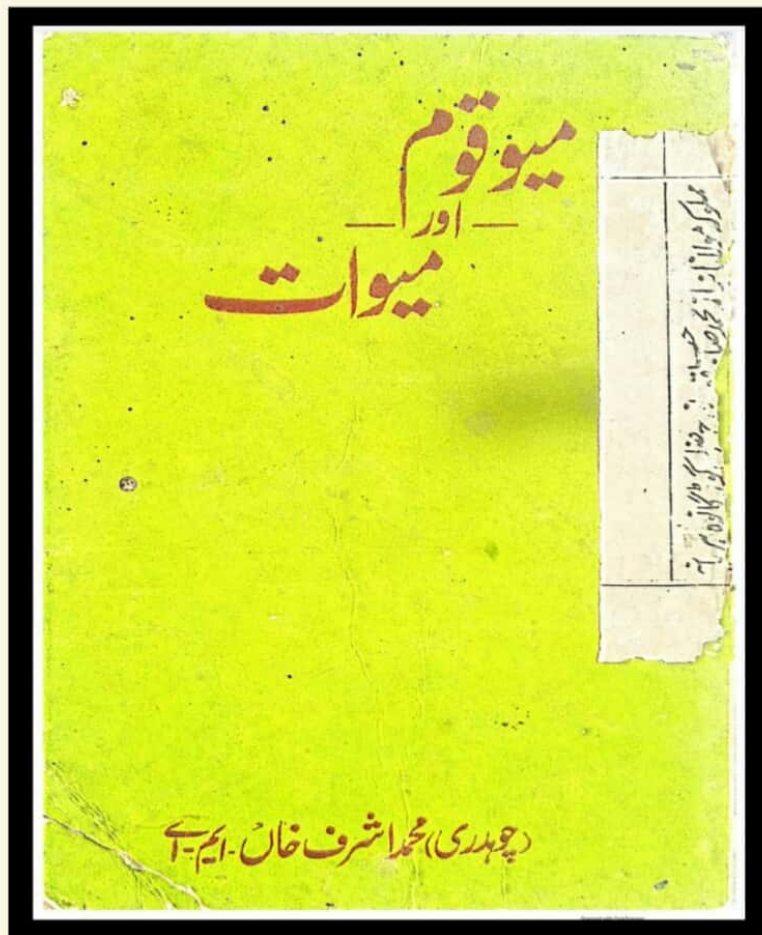
حرفِ چند

میو قوم اور علاقۂ میوات کی تاریخ وتہذیب، شخصیات وتحریکات، زبان ولسانیات اور شعر وادب کے بارے میں اہم، نادرونایاب اور اہم کتابوں، کتابچوں، پمفلٹوں، رسائل وجرائد کے شماروں اور مضامین کو *پی ڈی ایف* کے ذریعہ سے محفوظ اور عام کرنے کے لیے میو قوم کے دو نامور محقق، ادیب وصحافی:

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی (دہلی)،

جناب شبّیر احمد خان میواتی (لاہور)

کی سرپرستی اور نگرانی میں جہد ومساعی کر رہے ہیں، دوستوں سے گزارش ہے کہ دل چسپی لیں اور تعاون فرمائیں، ان کے پاس یا ان کے علم میں کسی بھی نوع کی کتابوں حتیٰ کہ کوئی خبر، اشتہار، دعوت نامہ، خط، تصویر یا کوئی دستاویز، مطبوعہ یا غیر مطبوعہ، جو کچھ بھی ہو، ازراہِ کرم ہمیں فراہم کریں

تاکہ اسے محفوظ کرکے دست بردِ زمانہ سے بچایا جاسکے اور اہلِ علم و تحقیق کی اس موادولوازمہ تک رسائی بالکل آسان ہوسکے۔ہم آپ کے تعاون کے دل سے شکرگزارہوں گے. واضح ہوکہ اس سلسلہ کی کاوشیں:

(1)ڈاکٹر مفتی محمدمشتاق تجاروی کے مقالہ:

"بابائے اردومولوی عبدالحق اور میوات"

(2)منشی محمد مخدوم تھانوی کی نادرونایاب کتاب:

"مُرقعِ اَلْور"

(3)ڈاکٹر مفتی محمدمشتاق تجاروی کے مقالہ:

"مورخ ملت مولانا سید محمدمیاں اورمیوات"

4)ڈاکٹر محمدایوب قادری کے مقالہ:

"میوات میں تبلیغ اسلام کاابتدائی دور"

5) چودھری کریم خان میو کی کتاب:

"تاریخِ میو اور داستانِ میوات"

6) مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی ندوی کی ضخیم کتاب:

"تذکرہ صوفیائے میوات"

7) ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس کی کتاب:

"آئینۂ میوات

کو پی ڈی ایف کی صورت میں عام کردیا گیا ہے, جبکہ آٹھویں کاوش:

میو قوم اور میوات

کی پی ڈی ایف کاپی آپ کے زیرِ نظر ہے,

آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں مزید توفیقات سے

نوازے, آمین.

(توصیف الحسن میواتی الهندی)

واٹس ایپ نمبر/9813267552

میو قوم
اور
میوات
(چوہدری) محمد اشرف خاں۔ ایم۔ اے

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

چوہدری محمد اشرف خاں۔ ایم۔ اے

تعداد اشاعت ایک ہزار

طابع سوز لیتھو پریس دہلی

کتاب منگانے اور خط و کتابت کے لئے پتہ

چودھری محمد اشرف خاں ایم۔ اے
مقام نوح ضلع گڑگانواں (ہریانہ)

قیمت :- چار روپے چالیس پیسے 4/40

میوقوم اور میوات

دیباچہ

میو قوم اور میوات

اِس کتاب کے لکھنے کا مقصد میو قوم کے افراد کو خصوصاً اور ملک کے لوگوں کو عموماً اس
قوم کے حالات سے روشناس کرانا ہے۔ یہ قوم ملک کی تمام قوموں سے زیادہ آزادی کے
جذبہ کی دلدادہ رہی ہے اور اسے اپنے ملک سے بہت زیادہ محبت ہے۔ ان ہی دو خصوصیات
کی وجہ سے یہ قوم ملک کی تمام قوموں میں ممتاز بن جاتی ہے۔ اس قوم کے تاریخی حالات نہیں لکھے
گئے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اوّل میو قوم نے مسلمان بادشاہوں کی حکومت کو تسلیم نہیں
کیا اور ان کے خلاف لڑائیاں لڑیں اور ملک کے آزادی پسند گروہوں کا ساتھ دیتے رہے
اسی لئے مسلمان مؤرخوں نے ان کا ہندوؤں میں شمار کیا اور ان کے تفصیلی حالات نہیں لکھے۔
ہندو مؤرخین انہیں مسلمان شمار کر کے ان کے حالات لکھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں بلکہ غلط حقائق پیش کر کے حالات
بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر شری کرپال سنگھ یادو نے ہریانہ ریسرچ جرنل نمبر ۱ میں ایک
معیاری مضمون لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ "میرے خیال میں لفظ میوات پرانے علاقے متسیا
کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور میوات سے میو بن گیا۔ آگے لکھتے ہیں۔ میو قوم کے نام کی وجہ سے
علاقہ کا نام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جاٹ اور راجپوت قوم کے نام سے کوئی علاقہ منسوب نہیں ہے۔
قابل مصنف کو لکھنا چاہئے تھا کہ راجپوتانہ کس قوم کے نام سے منسوب ہے۔ نیز انہیں
گزیٹیئر امپیریل انڈیا میں دیئے ہوئے تاریخی اور تحقیقاتی نظریات کی تردید کرنی چاہئے تھی۔
جہاں تک میو قوم کی آبادی کا سوال ہے یہ متسیا کی بجائے سوراسینا میں زیادہ تھی اور آبادی

کی بنیاد پر مشابہت سے لفظ "میو" وجود میں آنا قرین قیاس نہیں ہے۔

تاریخ میوات کے سلسلے میں سب سے پہلے چوہدری یعقوب خاں قیصری نے کام شروع کیا۔ لیکن وہ تیئس سال صرف کر کے بھی اس کام کو اپنی زندگی میں مکمل نہیں کر سکے۔ 1947 کے بعد پاکستان جا کر انتقال کر گئے اور ان کی یادداشتوں کی بناء پر ۵۰ صفحات پر مشتمل تاریخ میوات پاکستان میں چھپوائی گئی۔ یہ کتاب غیر متعلق باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ صرف چند ابتدائی صفحوں میں میو قوم کی ابتدا اور ان کے مسکن کے متعلق نامکمل بحث کی گئی ہے۔

مولوی عبدالشکور نے 1919 میں نہایت ہی مختصر کتاب تاریخ میوات نام سے لکھی لیکن یہ ان کی ابتدائی کوشش تھی جسے وہ خود مکمل نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ چند سال بعد ہی انھوں نے تاریخ میو چھتری لکھنے کا اعلان کیا۔ لیکن یہ کام ادھورا ہی رہا اور وہ بھی اس دنیا سے سدھار گئے۔

ان دونوں مصنفوں کی نامکمل کوششات سے فائدہ اٹھا کر شرف الدین صاحب نے "تاریخ مسلم یادونبسی راجپوت" لکھی اور لوگوں کو غلط فہمی کا شکار بنانے کے لئے اس کا نام "مرقع میوات" رکھ دیا۔ اس کتاب میں مسلمان جادونبسی، راجپوتوں کو خانزادہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

مولوی ابوالحسن ندوی نے 1960 میں ایک کتاب "مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت" کے نام سے لکھی۔ اس کتاب کے تیسرے باب میں میو قوم کے حالات نہایت غلط طریقے سے پیش کئے ہیں۔ لکھا ہے "میو قوم کی ابتدائی تاریخ اور خصوصاً اس کے مسلمان ہونے کی تاریخ تاریکی میں ہے۔ نیز لفظ "میواتی" سے مراد خانزادے" ہیں۔ معلوم

ہوتا ہے ابوالحسن صاحب نے اس باب کے لکھنے کے لئے مطالعہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اور بھرت پور گزیٹیر 1878 کے اقتباسات کا ترجمہ کر دیا۔ آپ کو گزیٹیرز امپیریل انڈیا 1908 کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے تھا مسلمان مؤرخوں نے لفظ میواتی خاندان تغلق سے پہلے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ نظریہ کہ لفظ میواتی سے مراد خانزادے ہیں بالکل غلط ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں وہ سادگی اور جفاکشی، عزم اور قوت عمل، پختگی اور صلابت اس قوم کے خاص جوہر تھے۔ جس میں "میواتی" مسلمانوں کی شہری آبادی سے بہت ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کی وجہ سے عملاً اسلام سے اتنے دور رہ جانے کے باوجود اس علاقہ میں انتہائی طغیانی کے زمانہ میں بھی ارتداد کا سیلاب نہیں آنے پایا۔" اس سلسلے میں یہ بیان کرنا نہایت ضروری ہے کہ تقریباً ایک ہزار سال سے بزرگان دین اور صوفیائے کرام کی جماعتیں علاقہ میوات میں کام کرتی رہی ہیں جن کے فیض کی وجہ سے کوئی طاقت بھی ان کی قوت ایمانی میں لغزش نہیں لا سکی اور مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

میں نے چند مصنفوں کے جو غلط اور بے بنیاد نظریات پیش کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ میو قوم کے حالات اور ان کی روایات سے لوگوں کو بالکل واقفیت نہیں ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میو قوم کے متعلق ایک تاریخی کتاب کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی تھی تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں صحیح حالات سے واقفیت حاصل کر سکیں اور اسی لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

میری اس کتاب کو مکمل نہیں کہا جا سکتا ہے، البتہ آئندہ اس سلسلے میں یہ ایک

اچھی کتاب کی بنیاد ثابت ہو سکتی ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں مجھے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا ہے جنکی فہرست درج کر دی گئی ہے۔ میرے انتخاب کردہ تاریخی حالات مستند تاریخی شواہد پر مبنی ہیں اور ان شواہد میں میو قوم کی روایات بھی شامل ہیں۔ البتہ 1920ء کے بعد کے اکثر واقعات ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں اور صرف ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق کسی قومی یا ملکی تحریک یا تنظیم سے رہا ہے۔

کتاب کے انداز بیان کو دلچسپ بنانے کے لئے خاص خیال رکھا گیا ہے جگہ جگہ تاریخی اقتباسات دیئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والے اپنے نظریات خود قائم کر سکیں۔ حالات کی تفصیلی واقفیت حاصل کرنے کے لئے کتابوں کا مطالعہ جن کی فہرست دی گئی ہے نہایت ضروری ہے کیونکہ ہر جگہ حوالہ جات کا درج کرنا مناسب خیال نہیں کیا گیا۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اس کتاب کو قدرداں اصحاب کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

محمد اشرف خاں - پچانکا
اگست 1968

چودھری محمد اشرف خاں - ایم - اے

فہرست کتب جن سے مدد لی گئی ہے

List of Books conselted

1. Archaeological Survey of India Reports. A cunningham. Vol. I, II, XX
2. Gazetters Imperial of India, 26 Volumes.
3. Tribes and Castes of North West Provinces an Oudh. Vol. III. W. Crooke.
4. A glossary of the Punjab Tribes and Castes. Ibbetson... Vol III.
5. Punjab Castes. Ibbetson
6. People or India, H. Sir, Risely.
7. Rajputana Gazetteers.
8. Gurgaon and Hissars Gazetteers.
9. Soviet Features. No. 231 of 1964.
10 Annals or Rajasthan. Vol. I, II, III Todd. J.
11. Glimpse of the world History, Jawahar Lal Nehru.
12. Hariyana Research Journals. Editor Kirpalchandra Yadva, No. 1, 2, 1966.
13. Gandhiji Delhi Diary Vol. I, II,
14 While Memory Serves. F. Tucker.
15. Bhart Rus. P. M. Kemp Delhi.

۱۶- تاریخ فرشتہ اردو ترجمہ:- نول کشور مطبع 1914
۱۷- تاریخ ہندوستان شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ۱۰ جلدیں
۱۸- مرقع میوات:- شرف الدین
۱۹- تاریخ میوات- چوہدری یعقوب خاں قیصری مطبوعہ (پاکستان)
۲۰- رسالہ "آج کل" فروری 1956ء گورنمنٹ آف انڈیا (پبلیکیشنز ڈویژن)
۲۱- قتل ولیم فریزر- ناصر الدین احمد خاں - دہلی -
۲۲- پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے- پنڈت سندر لال- الہ آباد-
۲۳- سیر المتأخرین
۲۴- تاریخ اقوام عالم- مرتضیٰ احمد خاں- مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی (پاکستان)
۲۵- منتخب التواریخ- ملا بدایونی- کلکتہ
۲۶- منتخب اللباب (پاکستان)
۲۷- ہریانہ کا اتہاس- سری رام شرما (اردو ببیوا آشرم روہتک)
28:- STUDIES IN ISLAM JANUARY 1964 NEW DELLHI

اخبارات کے وفائل

(29) Twi Light of the Mughal by Percival Speer
(30) Two Native Narratives of Mutiny in Delhi
(31) History of India. ELLIOT.
(32) MUSLIM Historian, ELLIOT.

باب اوّل

تاریخی و جغرافیائی

تاریخِ میوات کے چند اجزائے فعالی

"میوات" کا نام "میو" قوم کی وجہ سے وجود میں آیا۔ اس قوم کا ذکر میواتی کے نام سے تاریخوں کی کتابوں میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ لیکن آج تک اس قوم کے حالات تاریخی اور روایاتی واقعات کی بناء پر نہیں لکھے گئے۔ کیشروں نے اس قوم کو شجروں کی بنا پر راجپوتوں سے ملا دیا ہے۔ مسٹر رامیش چندر دت کے بیان کے مطابق 550 ء - 750 ء ایسا زمانہ گذرا ہے جس میں راجپوت قوم نے قدیم چھتریوں کی تباہی کے بعد اپنے آپ کو اس قابل بنایا کہ وہ ایک الگ قوم کی حیثیت سے وجود میں آ گئے اور اس کے بعد ان کا عروج شروع ہوا۔ اس لئے یہ روایت کہ "میو" راجپوت قوم کی اولاد ہیں بالکل غلط ہے بلکہ پالوں اور گوتوں کی بناء پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بعض راجپوت گروہ ان میو قبائل کی اولاد ہوں جو شروع میں راجپوتانہ میں آ کر آباد ہوئے۔

جیمس ٹاڈ نے اپنی کتاب ٹاڈ راجستھان میں میو قوم کے متعلق بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اس قوم کی تاریخ کے بغیر اس علاقے کی تاریخ بالکل ادھوری

رہ جاتی ہے۔

میواڑ جو اودے پور ریاست کا دوسرا نام ہے۔ میو قوم کی آبادی کی وجہ سے میواڑ کہلایا۔

جیمس ٹاڈ نے اپنی کتاب کے انڈیکس میں MEO SEE MINA لکھ کر غالباً اُنہیں ایک قوم تبلانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن گیارھویں صدی سے پہلے مینا قوم میو قوم سے علیحدہ کوئی قوم نہیں تھی۔ اکبر کے زمانے میں ان کی ایک شادی کا ذکر آتا ہے۔ اے کنگھم نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

"مینا" (MINA) AMINA MEO سے نکلتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو میو مسلمان نہیں ہوئے وہ "مینا" کہلائے اور یہ گیارھویں صدی کے بعد ہوا۔ ٹاڈ نے اپنی کتاب ٹاڈ راجستھان جو انیسویں صدی میں لکھی گئی آمبیر اور جے پور کے راجاؤں کو جو راجپوتوں سے پہلے حکمران تھے مینا لکھ کر تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ وہ "میو" تھے۔ اکبر کے زمانے میں بھی گیبشر میو راجاؤں اور سرداروں کو راؤ کہتے تھے۔ اس لئے ٹاڈ کا یہ بیان کہ لفظ "راؤ" مینا قوم کے لئے استعمال ہوتا تھا غلط ہے۔

"H-RISELY" نے لکھا ہے کہ میو ایک انڈین آرین قوم ہے۔ کیونکہ یہ ہندوستان میں شمال مغرب کی سرحد پار کر کے گروہوں کی شکل میں آئے اور ابتدا میں پنجاب میں آباد رہے۔

"میو" قبیلے کا نام "میو" تھا اور آگے چل کر یہی قوم کا نام مشہور ہو گیا۔ H-RISELY نے آگے چل کر لکھا ہے۔ اس قوم میں دوسری قوموں کے خون کی آمیزش

نہیں ہے۔ شادی کا طریقہ جو اس قوم میں رائج ہے وہی ہے جو منو (MANU) نے جاری کیا اور شروع میں چار جاتوں (VARNA) نے اختیار کیا تھا۔

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میو قوم نے اپنی انفرادیت کو تقریباً دو ہزار سال تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک قائم رکھا۔ نیز یہ بات بھی بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ میو قوم ملک میں راجپوتوں سے پہلے آباد تھی جس کے وقت کا تعین کرنا مشکل ہے اس لئے اس قوم کی تاریخ آرین نسل کے راجپوت خاندانوں سے زیادہ قدیم ہے

میدز (MEDS) ایک گروہ قبائل تھے جو اے کنگھم کے بیان کے مطابق پہلی صدی عیسوی میں دریائے جیحوں پار کر کے اکسس (جیحوں) سنٹرل ایشیا سے آکر پنجاب میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ پنجاب میں رہنے والی تمام قوموں پر غالب تھے اور انڈو سیتھین فاتحین میں سے انہوں نے سب سے پہلے پنجاب فتح کیا۔ یہ پنجاب میں 40 - 30 ق.م کے قریب آباد تھے گزیٹرز امپریل اوف انڈیا کی تیرہویں جلد میں لکھا ہے کہ لفظ "مید" بگڑ کر "میو" ہو گیا۔ اس لئے "میدز" قبائل کا ایک گروہ "میو" کہلایا۔ اور شروع میں یہ میو گروہ میواڑ میں آکر آباد ہوا۔ کیونکہ میوات۔ مید پاٹ (MED PAT) کی بگڑی ہوئی شکل تبلائی ہے۔

میدز (میو) نے پنجاب چھوڑ کر اپر سندھ پر قبضہ کیا جہاں جاٹ آباد تھے اور وہاں انہوں نے اپنی حکومت مضبوطی سے قائم کر کے اپنے دار الخلافے کا نام مینا نگرہ (MINNAGARA) رکھا جو غالباً ٹھٹھہ ہو سکتا ہے۔ اس وقت اپر سندھ میں جاٹ آباد تھے۔ اس لئے دونوں قوموں میں رقابت کی جنگ شروع ہو گئی۔ میدز کا ایک گروہ قبائل دوسرے قبائل کو سندھ میں چھوڑ کر غالباً دوسری

صدی کے شروع میں راجپوتانہ میں داخل ہو گئے جس کی سرحدیں دریائے سندھ سے ملی ہوئی تھیں۔

اپر سندھ میں لرکھانا، سہسوان، خیرپور کے صوبہ جات اور وہ حصہ جو سکھر کو کچھ گنڈوا سے جدا کرتا ہے شامل تھے۔ صوبہ لرکھانا بہت زرخیز تھا۔ ان علاقوں پر کچھ عرصہ تک "میو" قوم حکمراں رہی۔

میو قوم کے چند خاندان جمنا عبور کر کے اپر دوآب کے مالک بن گئے اور ان علاقوں پر مسلمان حملہ آوروں کے بعد بھی قابض رہے۔ اضلاع علی گڑھ اور ایٹہ میں میو قوم کی آبادی تمام دوسری قوموں سے پرانی ہے۔

بارھویں صدی کے آخر میں میو آبادی اضلاع علی گڑھ بلند شہر اور میرٹھ سے پرتھی راج کے حکم سے نکال کر ان کی جگہ راجپوت آباد کر دیئے گئے۔ میو نے ربو پورہ نم اور چھتاری کے قصبہ جات آباد کئے۔

ان حالات کے باوجود میو آبادی یوپی کے اضلاع میں موجود رہی اور وقتاً فوقتاً میوات سے منتقل ہوتی رہی۔ مثلاً روہیلکھنڈ اور بریلی کے علاقوں میں میو آبادی 62-1761 کے قحط کے دوران میوات سے آئی 1891 کی مردم شماری کے مطابق میو قوم یوپی کے 49 اضلاع میں موجود تھی اور ان کی تعداد 81616 تھی۔ ان اعداد و شمار کی بنا پر (W. CROOKE) ڈبلیو۔ کروک نے لکھا ہے "میو" ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اگرچہ اس صوبہ میں ان کی تعداد اچھی ہے، لیکن پھر بھی یہ لوگ یہاں اجنبی ہیں۔"

1871 کی مردم شماری کی بنا پر اے کنگھم نے الور اور بھرت پور کی ریاستوں

اور ضلع گوڑگانوہ میں تناسب کے لحاظ سے میو قوم کی آبادی کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ میو قوم ان علاقوں کے ایک تہائی زراعتی رقبہ پر قابض تھی۔

1901 کی مردم شماری کے مطابق میو قوم راجپوتانہ کی اٹھارہ ریاستوں میں سے تیرہ میں آباد تھی اور ان کی آبادی راجپوتانہ کی کل آبادی کا دو فیصد تھی۔

ریاست الور میں میو قوم کی آبادی زراعت پیشہ اقوام میں دگنی سے زیادہ تھی۔

ڈبلیو۔ کروک اور اے۔ کنگھم نے میو قوم کا سماجی درجہ اہیروں اور دوسری زراعت پیشہ اقوام سے اونچا لکھا ہے۔

مسلمانوں کے دور حکومت میں میو میوات اور شمالی دوآب کے مالک تھے۔

ناصر الدین محمود اور غیاث الدین بلبن نے اس قوم کا قتل عام کرایا۔

فیروز شاہ تغلق نے میوات کے حالات ٹھیک کرنے کے لئے فیروز پور جھرکہ میں ایک چھاؤنی ڈالی۔ اس خاندان کے زمانہ میں بہادر ناہر میو نے 1391 میں دہلی پر قبضہ رکھا اور دہلی کے گرد و نواح میں لوٹ مار کی۔

1413 سے 1447 تک خاندان سادات کے بادشاہوں نے میوات پر بار بار حملے کئے۔ 1458 میں بہلول لودھی نے میوات پر حملہ کیا اور احمد خاں میواتی کو شکست دے کر تجارہ وغیرہ کے سات پرگنہ جات واپس لے لئے اور تاتار خاں کو دے دیئے۔

بابر نے فتح پور سیکری کی لڑائی کے پہلے میوات میں لوٹ مار کرائی اور لوگوں کو بے گھر کیا تاکہ میو قوم لڑائی میں بابر کے خلاف پوری تیاری سے حصہ نہ لے سکے اور اس لڑائی کے بعد میوات کے انتظام کی طرف سب سے پہلے دھیان دیا۔

ہمایوں اور شیر شاہ کے زمانہ میں یہ علاقہ تقریباً آزاد رہا۔ سلیم شاہ سوری کے زمانے میں فیروزپور جھرکہ کے مقامات پر لڑائی ہوئی۔ اس لئے اکبر نے علاقہ میوات پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ شاہجہاں نے میو قوم کی سرکوبی کے لئے کیسری سنگھ ولد جے سنگھ کو مقرر کیا۔ اورنگ زیب نے (72-1671) میوات میں باغی قوم میو کی سرکوبی کے لئے قدم اٹھائے۔

ان چند تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ میوات میں بار بار بغاوتیں ہوتی تھیں اور قومی طاقت بے اثر ثابت ہوتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اس قوم کے رجحانات اور خیالات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگرچہ نظم و نسق کے لحاظ سے علاقہ میوات مرکز سے وابستہ رہا۔ مگر اس علاقے میں رہنے والی میو قوم کی تمدنی، اقتصادی اور مذہبی حالت میں تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ دوسرے جتنے حاکم میوات میں لگائے گئے وہ بیرونی مسلمان تھے اور ان حاکموں کو میو قوم سے دہلی کے گرد و نواح میں رہتے ہوئے بھی کوئی لگاؤ نہ تھا اور اس وجہ سے صدیوں تک غیریت کا جذبہ کام کرتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہو گئی۔

مرہٹوں کی لڑائی جو 1803 میں ہوئی اس میں میو قوم نے لارڈ لیک کی فوج کو بہت تنگ کیا اور اس لئے 1807 میں ان پر بہت ظلم کئے گئے۔ 1857 میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔

اس قوم کے ہندو زمانے کے تاریخی حالات نہیں مل سکے ہیں۔ بھرت پور کے نزدیک نوح اور راجستھان کے دوسرے مقامات پر کھدائی کا کام جاری ہے ممکن ہے

اس قوم کے حالات پر روشنی پڑ سکے۔

(F. TUCKER) "لکھتے ہیں: "میوات کا علاقہ زرخیز نہیں ہے۔ اس قوم کے افراد کو اپنے ملک سے بہت زیادہ محبت ہے اور وہ پکا ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ اپنے ہی ملک میں رہیں گے یا مر جائیں گے۔" "MY COUNTRY RIGHT OR WRONG" ان کا موٹو ہے۔"

اسمتھ SMITH نے لکھا ہے "میو دلیر، جنگجو، بہادر، محنتی ہیں۔ تمام زراعت پیشہ ہیں۔"

اس قوم کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ 1947 کی گڑبڑ کے دوران میں میوؤں نے دوسری قوم کی عورتوں کو نہیں چھینا۔ حالانکہ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا۔

گاندھی جی 1947 میں دو دفعہ میو پناہ گزینوں سے ملنے گئے۔ پہلی دفعہ مقبرہ ہمایوں کیمپ میں گئے اور دوسری دفعہ ایک میو گاؤں گھاسیڑہ میں گئے جو دہلی الور سڑک پر دہلی سے تقریباً 42 میل کے فاصلے پر ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند چیف منسٹر پنجاب ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میو قوم کو کوئی انڈین یونین چھوڑنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ انقلاب سنہ 47ء نے میو قوم کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کر دیا۔ جون سنہ 48ء تک میو پاکستان سے آتے رہے اور انھیں دوبارہ بسا دیا گیا۔

گاندھی جی نے اپنی دہلی ڈائری میں لکھا ہے "صحیح طریقہ یہ ہو گا کہ میو قوم کی اصلاح کی جاوے اور انھیں ایک اچھا شہری بننے کی ترغیب دی جائے۔" اچھا شہری بننے کے لئے تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ ہمیں کھیتی باڑی کے

کام کے لئے نئے طریقے اپنائے جا رہے ہیں نیز میو قدامت پسندی کی زنجیروں کو توڑ رہے ہیں۔ ان حالات میں میو قوم کا مستقبل ملک کی دوسری زراعت پیشہ اقوام سے وابستہ ہے جو ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے اچھا نظر آتا ہے۔

جغرافیائی:: میوات کا علاقہ دہلی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس میں الور، بھرتپور، گوڑگانوں، اور متھرا اضلاع کے ایک دوسرے سے ملتے ہوئے علاقے شامل ہیں، 1871 کی مردم شماری کے مطابق اس علاقے میں میو آبادی 264636 تھی جو راجپوتانہ کی کل آبادی کے تناسب سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ اس علاقے میں میواتی زبان بولی جاتی ہے جو میو قوم کے علاوہ دوسری قوم کی بھی مادری زبان ہے۔ 1951 کی مردم شماری کے مطابق میواتی بولنے والوں کی تعداد 607756 تھی۔

میوات میں کوہ اراولی اور شوالک کے پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان پہاڑیوں میں سب سے زیادہ اونچائی 2542 فیٹ ہے، پہاڑوں نے اس علاقے کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان پہاڑوں کے دامن میں جگہ جگہ پانی کی جھیلیں ہیں اور گھرے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

جھیل کوٹلہ، اوجھینہ، چندینی، دہلی - الور سڑک کے گرد و نواح میں ہیں سردیوں کے موسم میں ان جھیلوں میں مرغابی بطخ اور دوسرے پرندوں کے غول اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جھیل کوٹلہ میں پانی الور کی پہاڑیوں سے بھی آتا ہے۔ جھیل چندینی اور کوٹلہ اپنا فالتو پانی جھیل اوجھینہ میں ڈال دیتی ہیں جہاں سے یہ بھرتپور کے علاقے میں چلا جاتا ہے۔ ان جھیلوں میں مچھلیاں بھی پرورش پاتی رہتی ہیں اور دہلی کی منڈی میں مہیا کی جاتی ہیں۔ برسات کے موسم میں ان علاقوں میں آمد و رفت کے لئے

کشتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ سونہہ اور فیروزپور جھرکہ کے مقامات پر پانی کے چشمے ہیں۔ سونہہ کے چشمے سے گرم پانی نکلتا ہے۔ اس میں گندھک کی آمیزش ہوتی ہے اس لئے جلدی بیماریوں کے مریض دور دور سے آتے ہیں۔ سونہہ اور نوح کے درمیان سڑک سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر پہاڑ میں ایک اور چشمہ ہے جو کھوڑ لسیٔ کے نام سے مشہور ہے۔ پانی ایک حوض میں آکر جمع ہوتا ہے۔ مسافروں کے آرام کے لئے یہاں ایک کمرہ بھی بنا ہوا ہے۔

ان پہاڑوں کے دامنوں میں جو جنگلات ہیں ان میں قیر - چیتا - بھیڑیا - نیل گائے چکارہ - لنگور اور بندر پائے جاتے ہیں۔ یہ پہاڑ خشک ہیں اس لئے قیمتی درخت نہیں اگائے جا سکتے ہیں۔

اس علاقے کی آب و ہوا گرم و خشک ہے جو صحت کے لئے بہت اچھی ہے۔

زمین:- 1947 سے پہلے زمین بنجر اور غیر آباد تھیں۔ اس لئے لکھا گیا ہے کہ اس علاقے کی زمینیں زرخیز نہیں ہیں۔ یہ نظریہ درست نہیں تھا۔ کیونکہ لوگ اپنی زمینوں سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔ اس علاقے کی زمین اچھی تھی، البتہ ذرائع آبپاشی کی کمی تھی۔ اب بارشوں کی اوسط بڑھ جانے کی وجہ سے جگہ جگہ بند باندھ دیئے گئے ہیں جن کا پانی آبپاشی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے پانی کی سطح اوپر آگئی ہے اور آبپاشی کے لئے کنوئیں بنائے گئے ہیں۔ ان کنوؤں کے لئے بجلی بھی مہیا کی گئی ہے۔ آبپاشی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے گوڑگانوہ کنال بنائی گئی ہے۔ یہ نہر میو آبادی کے درمیان سے گزر رہی ہے۔ یہ نہر پختہ ہے اور بلب گڑھ کے نزدیک سے نکالی گئی ہے میوات

گے بہت بڑے علاقے کو سیراب کرے گی۔ اس وقت تک صرف نہر آگرہ کم علاقے کو سیراب کرتی تھی۔

نشیبی علاقوں سے پانی نکالنے کے لئے نالے کھودے گئے ہیں لیکن ابھی تک یہ تمام پانی نکالنے کے لئے بیکار ثابت ہوئے ہیں۔ کیونکہ زراعتی زمین کا ایک حصہ زیر آب رہ جاتا ہے۔

جہاں تک فصلوں کا تعلق ہے اب ارولی پہاڑ کے مشرق اور مغرب میں گیہوں جو۔ چنے۔ جوار، باجرہ۔ مٹر اور دھنیا وغیرہ خوب پیدا ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ زیرہ بھی بویا جاتا ہے۔ پہاڑ کے مشرق میں نہری اور ڈہری علاقوں میں گنا خوب پیدا ہوتا ہے۔ کنویں والی زمینوں میں بھی گنے کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس علاقے کی سرسوں بہت مشہور ہے اور اس کی بہت زیادہ مانگ ہے کیونکہ اس میں تقریباً ۴۵ فیصدی زیادہ تیل نکلتا ہے۔ اڑد۔ مونگ۔ ادہر اور مسور بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مکی کی کاشت بھی ہوتی ہے

پھلدار درختوں میں لیموں امرود اور بیر جگہ جگہ ملتے ہیں۔ نہری علاقوں اور بندوں کے ساتھ ساتھ آم اور جامن بھی لگائے گئے ہیں اور پھل دیتے ہیں۔ خودرو درختوں میں نیم، کیکر، شیشم اور پیپل پائے جاتے ہیں۔ خودرو پودوں میں ناگ پھنی بھی تھی جو زمین کو خراب کرتی تھی۔ بیسویں صدی میں آسٹریلیا میں ایک ایسا کیڑا دریافت کیا گیا جو ناگ پھنی کھاتا تھا۔ یہ کیڑا اس علاقہ میں بھی منگوایا گیا جس کی وجہ سے ناگ پھنی اب ختم ہو گئی ہے۔

علاقہ میوات میں سے صاحبی ندی گزرتی ہے۔ یہ ندی میوات کی پہاڑیوں میں سے منوہر پور اور جیت گڑھ کے نزدیک سے نکلتی ہے۔ یہ گاؤں جے پور کے

شمال میں تقریباً ۷۰ میل کے فاصلے پر ہیں۔ اس ندی کا بہاؤ بہت تیز ہوتا ہے اور اس وجہ سے برسات کے موسم میں راستہ اکثر بند رہتا تھا۔ اب ریواڑی شہنہ سڑک پر ایک پل بن جانے کی وجہ سے یہ دقت دور ہو گئی ہے۔

آمد و رفت کے لئے علاقہ میں پختہ سڑکوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ جن کی وجہ سے زمیندار اپنی پیداوار ہر موسم میں بڑی آسانی سے بازار لے جا سکتے ہیں۔

میو قوم اور اُسکا ملک میوات

میوات :- میو قوم کے نام کی وجہ جہاں یہ قوم آباد ہوئی اس علاقے کا نام شروع میں "میدپاٹ" اور اس کے بعد میواڑ اور میوات ہو گیا اور اب یہ علاقہ میوات پکارا جاتا ہے۔ مسلمان مؤرخین نے اس علاقے کا نام "میوات" اور "کوہ پایہ میوات" لکھا ہے۔

گزیٹر امپیریل آف انڈیا نے لکھا ہے

Mewar is anotner name for the Udaipur State in Rajputana. The word "MEWAR" is a corrupted from of the Sanskrit word 'Medpat' meaning the country of the Meds or Meos a tribe now numerous in Alwar, Bharatpur and Gurgaon etc.

2. **Mewat.** It takes its name from the Meos. It is an ill defined country lying South of **DELHI** and including parts of British districts of Muthra and Gurgaon and most of Alwar and Bharatpur States.

3. The Mohammadan Meos Call themselves **MEWATI.**

Vol. XVII. P. 312-313-314

(۱) میواڑ راجپوتانہ کی ریاست اودے پور کا دوسرا نام ہے۔ لفظ میواڑ سنسکرت لفظ "مید پاٹ" کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے معنی میدتر یا میوؤں اکا رہنے کا ملک ہے۔ میو اب الور۔ بھرت پور اور گوڑگانوہ میں بکثرت آباد ہیں۔

(۲) میوات نام میو قوم کی آبادی کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔ میوات کے علاقے کی حدود کا تعین مشکل ہے۔ یہ علاقہ دہلی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس علاقے میں اضلاع گوڑگانوہ اور متھرا کے کچھ حصے اور الور اور بھرت پور ریاستوں کے بہت سے حصے شامل ہیں۔

(۳) "میواتی۔ مسلمان میو اپنے آپ کو میواتی کہتے ہیں۔ طبقات

ناصری، تاریخ فیروز شاہی اور تاریخ فرشتہ میں یہ لفظ میوات یا اس سے باہر رہنے والی میو قوم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور سے جو میو ملک میوات کو چھوڑ کر ملک کے دوسرے حصوں میں آباد ہو گئے وہ میواتی کہلاتے ہیں" (ڈبلیو۔ گرک) اقتباسات ۱۔ ۲ پر روشنی ڈالنے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ MEDS جو MEOS اور MEYS کہلائے کب اور کہاں سے آئے؟

ہندو زمانے کی تاریخ نہ ہونے کی وجہ اس سلسلے میں حالات نہیں ملتے ہیں۔ البتہ کبیشروں کے شجروں سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ مید خاندان کی ملک میں حکومت رہی ہے۔

میدز گروہ قبائل کے سلسلے میں اے کننگھم نے لکھا ہے۔

"The **MEDS** or **MANDS** as they are called by the Mohammadan writers are most certainly the representatives of the Mandrueni who lived in the Mandrus river, to the South of the **OXUS** and as their name is found in the Punjab in the notices of several Classical writers from the begining of the christian era downward and in none before that time, I conclude that they must have accompanied their neighbours Jati -or- Jats on their forced migration from the **OXUS** to **ARINA** and **INDIA**".

Ency Britanica Vol 15. page 352-C.

میدز یا مینڈز جیسا کہ ان کو مسلمان مؤرخوں نے لکھا ہے یقینی طور پر
مینڈروانی (قبائل) سے تعلق رکھتے ہیں جو آکسس کے جنوب میں دریائے
مینڈرس (وچھوں) کے نزدیک رہتے تھے ان کا نام پنجاب میں چند کلاسیکل
مؤرخین کے بیانات کے مطابق پہلی صدی عیسوی کے شروع کے بعد ہی پایا جاتا
ہے اور کوئی مؤرخ ان کا ذکر پہلی صدی عیسوی سے پہلے نہیں کرتا ہے۔ اس لئے
میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ اپنے پڑوسی جٹ یا جاٹوں کے ساتھ آئے ہوں گے۔
جن کو دباؤ کی وجہ سے آکسس چھوڑ کر ایرینا اور انڈیا آنا پڑا۔"

اے کننگھم کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ میدز پہلی صدی عیسوی کے
شروع ہی میں پنجاب میں موجود تھے۔ یہ قوم آکسس سنٹرل ایشیا سے آئی۔

اور یہ مینڈروآنی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے نمائندے ہیں میدز جاٹوں کے
ساتھ آئے جن کو دباؤ کی وجہ سے آکسس چھوڑ کر آنا پڑا۔ اسی سلسلے میں اے کننگھم
نے لکھا ہے "میدز پنجاب میں 40-30 ق م کے قریب موجود تھے اور یہ بات
بالکل صاف ہے کہ یہ گروہ قبائل یو-چی (UECHI) اور ٹوہری کے ان پانچ
قبائل میں سے نہیں ہیں جن کا ذکر چینی مورخوں نے کیا ہے۔ اس لئے تقریباً وثوق کے
ساتھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اس بڑے قبیلے کے گروہوں سے تعلق رکھتے
ہیں جو ہندوستان میں 126 ق م کے لگ بھگ آئے اور انھوں نے اپنے
صوبہ کا نام انڈوسیتھین رکھا۔ میدز پنجاب کی تمام قوموں پر غالب تھے اور
انڈوسیتھیں فاتحین میں سے، انھوں نے سب سے پہلے پنجاب فتح کیا۔"

"سیتھین نے ایرینا غالباً 126 ق م کے قریب فتح کیا۔ لیکن انڈوسیتھین
فتوحات 39-26 ق م کے قریب عمل میں آئیں۔ اس لئے اس وقت تک میدز
جنوب کی طرف جا کر اپر سندھ میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے تھے، اور انھوں
نے اپنے دار الخلافے کا نام من نگرا (MINNAGARA) رکھا۔ میدز کا
اپر سندھ پر قبضہ جاٹوں کی رضامندی سے نہیں ہو سکتا تھا اس لئے دونوں قوموں
میں رقابت کی جنگ شروع ہو گئی۔"

شروع میں جب مسلمان پہلی دفعہ سندھ میں آئے تو میدز اور جاٹ ہی
دو بڑی قومیں سندھ میں آباد تھیں لیکن میدز شروع میں آکر پنجاب میں آباد
ہوئے تھے، اس لئے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جاٹ شروع میں سندھ میں آکر
آباد ہوئے ہوں گے۔"

اے کنگھم کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدز گروہ قبائل پہلی صدی عیسوی میں سندھ میں حکمران تھے لیکن ان کی جاٹوں سے رقابتی جنگ تھی۔ لہذا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ میدز قبائل کا ایک گروہ دوسرے میدز قبائل کو سندھ میں چھوڑ کر راجپوتانہ میں غالباً دوسری صدی عیسوی میں داخل ہو گیا شروع میں یہ گروہ میواڑ کے علاقہ میں جو مقابلتاً زرخیز تھا آ کر آباد ہو گیا۔ اور ان کی آبادی کی وجہ سے شروع میں اس علاقہ کا نام "مید پاٹ" رکھا گیا جو بعد میں بگڑ کر میواڑ ہو گیا۔ لفظ مید کی جگہ لفظ میو وجود میں آگیا۔ اور ان کے نام کی وجہ سے علاقہ کا نام جہاں یہ قوم آباد رہی وہ "میوات" ہو گیا۔

H-RISELY نے لکھا ہے کہ میو قبیلے کا نام ہی قوم کا نام "میو" ہو گیا۔ ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ "میو" تقریباً دو ہزار سال پہلے وجود میں آیا اور ایک قدیم لفظ ہے۔

گزیٹرز امپریل میں لکھا ہے کہ میو قوم کے

ملک میوات کی حدود:۔ نام کی وجہ سے اس علاقے کا نام جہاں یہ قوم آباد رہی میوات کہلایا۔ یہ علاقہ دہلی کے جنوب میں واقع ہے جس کی حدود کا تعین مشکل ہے۔

اے کنگھم نے پلینے (PLINY) کے حوالے سے لکھا ہے کہ "میو" (MEVS) انڈس اور جمنا کے درمیان تقریباً جمنا سے ملتے ہوئے علاقہ میں آباد تھے۔

زمانہ قدیم میں میو قوم الور کی اراولی پہاڑی اور جمنا کے درمیان آباد

رہی ہے۔ یہ علاقہ دو حصوں میں تقسیم تھا، ایک حصہ متسیا (MATSYA) کے نام سے پکارا جاتا تھا اور دوسرے حصے کا نام سوراسینا (SURASENA) تھا۔

متسیا میں الور۔ جے پور۔ بھرت پور کا کچھ حصہ۔ بیراٹھ اور ماچاہیڑی شامل تھے۔

سوراسینا میں۔ کاماں متھرا۔ بیانہ۔ دوآبہ گنگ اور روہیلکھنڈ کے علاقے شامل تھے۔

اے کنگھم کے بیان کے مطابق ان دونوں علاقوں میں راجپوتوں سے پہلے میو قوم آباد تھی۔

راجپوتانہ کی قدیم ریاستوں میں علاقوں کی تقسیم اے کنگھم کے بیان کے مطابق حسب ذیل تھی:۔

۱۔ مغربی راجپوتانہ۔ بیکانیر، مارواڑ۔ جیسلمیر۔ اجمیر۔ جے پور۔ شیخاواٹی۔

۲۔ مشرقی راجپوتانہ۔ الور۔ بھرتپور۔ دھول پور۔ گوڑگانوہ متھرا اگرہ۔ شمالی گوالیار

۳۔ جنوبی راجپوتانہ۔ بوندی۔ کوٹہ۔ میواڑ۔ مالوہ۔ ٹونک۔

۱۹۰۱ کی مردم شماری کے مطابق راجپوتانہ کی ان اٹھارہ ریاستوں میں سے تیرہ میں میو قوم آباد تھی جس سے اس علاقہ میں ان کی قدامت کا پتہ چلتا ہے

. . . . نیز ملنے کے بیان سے ان کوائف
کی روشنی میں کہ میو قوم انڈس اور تقریباً دریائے جمنا کے درمیان آباد تھی۔ یہ
بات بالکل ثابت ہو جاتی ہے کہ تمام راجپوتانہ میو قوم کا مسکن رہا ہے اور
اسی لئے یہ علاقہ میوات کہلاتا تھا۔

اوپر دیئے ہوئے حالات کی روشنی میں یہ تقریباً وثوق کے ساتھ کہا
جا سکتا ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں سے پہلے گجرات کی شمالی سرحد سے
لے کر دہلی تک کا تمام علاقہ جس میں تمام راجپوتانہ شامل تھا ملک میوات
کہلاتا تھا اور محمود غزنوی کے زمانے میں اپر دوآب کا علاقہ بھی میوات کا
حصہ تھا۔ کیونکہ یہاں میو قوم آباد تھی اور نئے شہروں اور قصبوں کو آباد
کر رہی تھی۔ میوات کی حدود تبدیل ہوتی رہی ہیں اور یہاں قبائل کی حکومت
رہی ہے۔ چنانچہ ابٹسن نے لکھا ہے۔

متسیا اور سوراسٹیا میں باقاعدہ حکومتیں نہیں تھیں۔ ان علاقوں میں
قبائل کی غیر منظم حکومتیں تھیں جن کی حدود تبدیل ہوتی رہتی تھیں۔ ان کی حالت
موجودہ میوات یا کھٹیالہ (بھیانہ - بیانہ) سے ملتی جلتی ہے جس کی حدود
تبدیل ہوتی رہی ہیں۔"

بابر نے میوات کا علاقہ دو حصوں صوبہ الور اور تجارہ میں تقسیم کر کے دو
حاکم مقرر کئے۔ اکبر نے اس علاقے کو سرکار الور اور تجارہ میں تقسیم کر کے یہ دونوں
علاقے صوبہ دہلی کے حصے بنا دیئے۔

اٹھارویں صدی کے پہلے نصف میں میو اتیوں کی حکومت کا جاٹوں

نے مقابلہ کیا۔ کیونکہ جاٹوں نے اورنگ زیب کے زمانے ہی میں طاقت حاصل
کرنی شروع کر دی تھی اور جنوبی میوات پر قبضہ کر لیا۔ گزیٹرز

میوات کی حدود میں انگریزی حکومت کے ابتدائی دور میں مندرجہ
ذیل علاقے شامل تھے۔

الور ریاست - رام گڑھ - بہادر پور - گوبند گڑھ - پپلی کھیڑہ
کشن گڑھ - اسمٰعیل پور - تجارہ - تپوکرہ - تحصیلات

ریاست بھرت پور :- گوپال گڑھ - پہاڑی - جرمہیڑہ - کاماں تحصیلات

علاقہ انگریزی - فیروزپور جھرکہ - نوح - تاوڑو - ہتھین - تحصیلات
اور متھرا کا تھوڑا حصہ۔

1871 کی مردم شماری کے مطابق میو قوم کی تعداد گڑگانوہ ضلع
کی کل آبادی کا چھٹا حصہ الور اور بھرت پور کی کل آبادی کا آٹھواں اور
سولھواں حصہ تھی اور یہ قوم ان علاقوں کے ایک تہائی رقبہ پر قابض تھی
اے۔ کنگھم نے تناسب کے لحاظ سے اس آبادی کو بہت زیادہ اہمیت دی
ہے۔

1961 کی مردم شماری کے مطابق ہریانہ میں میو قوم کی آبادی تقریباً
دو لاکھ ہے۔ راجستھان میں تین لاکھ کے قریب ہے۔ اس لئے موجودہ میوات
کی آبادی تقریباً ۵ لاکھ ہے۔ میوات سے باہر میو قوم یوپی کے اضلاع
اور گوالیار، بھوپال اور مالوہ میں بھی آباد ہے۔

میو قوم کی سماجی تنظیم

میو انڈو آرین قبائل میں سے ہیں۔ اس لئے ان کی سیاسی اور سماجی تنظیم ہندوستانی آریوں سے ملتی ہے۔ آریاؤں کی سماجی اور سیاسی زندگی کا محور خاندان تھا۔ اس بنیادی تنظیم کے بعد قبائلی تنظیم تھی جو متعدد خاندانوں پر مشتمل تھی اور ان کی سرداری موروثی تھی اور کسی ایک خاندان کے افراد ہی نسلاً بعد نسلاً قبیلے کے سردار ہوتے تھے ان سرداروں کو راجہ کہتے تھے۔ یہ راجہ حقیقتاً سیاسی تنظیم کے نہیں بلکہ عسکری تنظیم کے سردار تھے۔ مگر بعد میں جب انھوں نے اپنے حلقہ اختیارات کو وسیع کر کے اپنے مقبوضات سیاسی شکل میں تبدیل کر دیئے تو وہ راجہ بن گئے۔ مگر وسعت کے لحاظ سے ان کی ریاستیں مختصر رہیں۔ بہر کیف ان راجاؤں کا فرض اپنے قبیلے کا تحفظ اور ان کے لئے سامان خور و نوش جمع کرنا تھا۔ قبیلے ان ہی کی سرداری میں جنگ اور غارتگری کرتے تھے اور ان ہی کے ماتحت دفاع کیا کرتے تھے۔

ان حالات کی روشنی میں میو قوم کی سماجی و سیاسی تنظیم کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ گوت اور پالوں کی تنظیم میو قوم کے خاندانوں کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ پال اور گوت کے چودھری نسلاً بعد نسلاً ایک ہی خاندان سے مقرر

ہوتے ہیں۔ چودھری کے حکم یا مشورے کی خلاف ورزی برداشت نہیں
کی جاتی تھی۔ ایک دوسرے گوت یا پالوں کے جھگڑے پنچایت کے ذریعے طے
ہوتے تھے۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں میو سرداروں کی سرکردگی میں
شاہی فوجوں سے لڑائیاں ہوتی تھیں۔ میو راجہ بھی تھے، کیونکہ میوات میں غیر منظم
قبائلی حکومتیں تھیں۔

اکبر کے زمانے میں ایک میو راجہ کہتا ہے :

"پانچ پہاڑ کی راجائی اور پورو میرو دل"
انھے اکبر بادشاہ او ہے پاہٹ ٹوڈرمل"

خاندانی گروہ بندی نے میو قوم کو قبائلی اور پنچایتی سسٹم میں جکڑ بند
کر دیا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اسی نظام کی وجہ
سے اس قوم میں شادیوں کے سلسلے میں گوتوں کو بچایا جاتا ہے۔

کبشیروں کے بیانات کے مطابق میو چندر بنسی اور سورج بنسی
خاندانوں کی اولاد ہیں۔ گپتا خاندان کے زمانے میں آریا اور غیر آریا اقوام
کی چھانٹی ہوئی اور آرین کلچر کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ غیر آرین اقوام کے ساتھ
سختی کا برتاؤ کیا گیا اور ان میں بعض اقوام کو مثلاً بن وغیرہ کو ملک چھوڑ کر
جانا پڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام انڈو آرین اقوام کو دو گروہوں یعنی
سورج بنسی اور چندر بنسی میں تقسیم کر کے تمام امتیازات ختم
کر دیئے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ میو قوم اور راجپوتوں کے گوت ایک
دوسرے سے ملتے ہیں۔ حالانکہ دونوں قوموں کی ابتدا اور ان کی سماجی

اور تمدنی زندگی بالکل مختلف رہی ہے۔ لیکن دونوں چندر بنسی اور سورج بنسی
خاندانوں کی اولاد بتلائی جاتی ہیں۔

میو قوم بارہ پالوں اور باون گوتوں میں تقسیم ہے۔ پال ایک پرانا نظام ہے
گوت نسلی تقسیم ہے۔ گوتوں کے اکثر نام مشہور مورثوں اور بعض قدیم مسکن کے
نام پر ہیں۔ مثلاً ننگریا۔ سرویا اور ٹیلیا نیا تنور ہیں۔ لیکن ان کے گوت ننگریا
کا نام مانگر مقام کی وجہ سے مشہور ہوا جو تحصیل بلب گڑھ ضلع گڑگانوہ
کے ایک میو گاؤں دھوج کے نزدیک پہاڑ میں واقع ہے۔

اس گوت کے گاؤں دھوج۔ سروئی۔ فتحپور وغیرہ اس مقام کے
نزدیک بسے ہوئے ہیں۔ گوہ پور۔ بچانکا۔ گوراکسر۔ کھیلوکا اندر ملا ہتھین
کے نزدیک ہیں۔ کونڈرے کے گاؤں سہنہ کے نزدیک کالے پہاڑ کے دامن میں
بسے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک مشہور گاؤں نوگانوہ۔ بھرت پور راجستھان میں ہے۔
اور فیروزپور نمک نوح کے قریب واقع ہے۔ اس گوت کے گاؤں جگہ جگہ منتشر
ہیں۔

باون گوتوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ ان کے حالات طوالت کی وجہ
سے چھوڑے جاتے ہیں۔

ڈیڑوال۔ لنڈاوت۔ رٹاوٹ۔ سرویا۔ [illegible] یا۔ بلیانہ۔ بودیان۔
گومل۔ جھلا۔ کٹاریہ۔ جنگالی چھپریا۔ بلاوت۔ کلگاوت۔ [illegible]۔ سکھاٹریہ
ملم کھوروہ۔ ناہرواڑی بالوت۔ کلبیا۔ کہلوت۔ کچھواہہ۔ دمنگل بیڈگوجر
دسینگل [illegible] دھمکوت۔ دیمروت۔ [illegible] لوت۔ لپڑاکا۔ [illegible]۔ [illegible]

بھگوت - گروالی - چھپکر - جبندل - چاندلوتن - مرگڑا - کھیلار - جٹلاوت
چرپال - میوگان - کنوالیا - جمالیا - پنوار - میوال - پاہٹ - کھوسلیا
جیاڈ - بھنڈاران - بنکاوت - کھوکھرت

بارہ پالوں کا ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے قوم میو کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ پالوں کا ذکر اے۔ کننگھم نے بھی کیا ہے۔ لیکن اے۔ پوجن کا بیان گوت اور پالوں کے سلسلے میں تفصیلی ہے۔

بارہ پالوں کی فہرست

نمبر شمار	نام پال	تعداد گوت چھپا	ابتدائی جگہ جہاں جنم لیا	خاندان	گوت - کیفیت
۱	کلیبا	224	میواڑ	سورج بنسی	پاہٹ شامل ہیں - چرہان
۲	ڈہنگل	360	امبیر جے پور	″	تون ور ہیں
۳	سینگل	92	امبیر جے پور	″	″
۴	چھرکلوت	95	ہتن گڑھ متھرا	چندر بنسی	جادون
۵	پونگلوت	84	″ ″	″	″
۶	ڈیمروت	757	″ ″	″	″
۷	دولوت	360	″	″	″

نمبر شمار	نام پال	تعداد گوت چھپا	ابتدائی جگہ جہاں جنم لیا	خاندان	گوت - کیفیت
۸	لنڈاوت	210	ایورکے قریب جنم لیا	″	تون ور ہیں
۹	رٹاوت	125	″	″	″
۱۰	بالوت	250	″	″	
۱۱	دیہڑوال	252	″	″	
۱۲	ناٹی	210	″	″	جادون
	میزان	3039			

سینگل - ڈہنگل - دولوت - پونگلوت - بالوت - ناٹی میو اور مینا قوم کی شرکہ پال ہیں۔

کھوراہہ گوت - ڈہنگل پال سے نکلا ہے اور بڑگوجر گوت کی ابتدا سینگل پال سے ہوتی ہے۔

اس نقشہ کے مطابق میو قوم کی حکومت حسب ذیل علاقوں میں راجپوتوں سے پہلے رہی ہے اور بعد میں ان ہی گوتوں کے راجپوت حکمراں رہے

تون ور .... دہلی
جادون .... متھرا بیانہ - تہن گڑھ
کھوراہہ .... جے پور
چرہان .... اجمیر - دہلی

کبیشروں کے خیالات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ گل میں ٹرا چرہان ہے۔ کرتب ٹرا پنوار

۲۔ پہلے توں ور جمینو۔ پیچھے پرجا اور۔

عرب مؤرخین کے بیانات کے مطابق میو اور جاٹ حضرت نوح کے بیٹے حام کی اولاد ہیں اور رشید الدین مؤرخ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں قومیں مہابھارت کے وقت سندھ میں موجود تھیں لیکن سندھ کے مقامی مؤرخوں نے رشید الدین کے اس بیان کی تردید کی ہے۔

"مہابھارت کی جنگ کی تاریخ ۱۰۰۰ ق۔م کے لگ بھگ تصور کی جاسکتی ہے .... لڑائی کے وقت اریائیوں کی نو آبادیاں دریائے گنگا کے کنارے ہستناپور (نزد مظفر نگر) اور دریائے جمنا کے کنارے اندرپرستھ ۔ دہلی قدیم تک پھیل چکی تھیں۔ اور جنوب مغرب کی طرف متھرا سے لے کر دوارکا (گجرات۔ کاٹھیاواڑ) تک دوآب میں گنگا اور جمنا کے سنگم پریاگ تک پھیل رہی تھیں۔ شمالی ہند کے باقی وسطی اور مشرقی حصوں کے حاصل خیز خطوں میں قدیمی باشندوں کی بستیاں اور ریاستیں آباد تھیں یا جنگلات تھے۔ جن میں وحشی قبیلے شکاری دور کے انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔"

رامائن کی کہانی جنگ مہابھارت کے عہد سے کافی عرصہ بعد کے دور سے متعلق ہے۔ جب آریا راجاؤں نے دریائے گنگا کی وادی میں مشرق کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اودھ اور بہار میں نئی ریاستیں قائم کیں

اور شہر قصبے۔ محل، باغات اور قلعے بنا کر رہنے لگے۔ اس دور میں آریاؤں کے طرز بود و باش میں کافی تبدیلی آچکی تھی اور برہمنوں کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا تھا۔ رامائن کی داستان کا زمانہ ۸۰۰ قبل از مسیح کے قریب سمجھنا چاہئے اس زمانے میں یونان کے آریہ قبائل میں ٹرائے کی جنگ ہوئی ہے جس میں ٹرائے کا بادشاہ خوبصورت ہیلن کو اٹھا کرلے جاتا ہے۔ سیتا اور ہیلن کے قصوں میں یہ فرق ہے کہ سیتا اپنی عصمت کو محفوظ رہنے کا یقین دلانے کے باوجود لوگوں کی نظر سے گر گئی۔ لیکن ہیلن کو اپنی عصمت کھو بیٹھنے کے باوجود اس کے شوہر نے گرم جوشی سے قبول کرلیا۔ اس تقابل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندی آریہ اور یونانی آریہ کے افکار و جذبات میں کس قدر فرق واقع ہوچکا تھا۔

میو قوم جبا ٹذو آرین ہے یونانی اریاؤں کی تقلید کرتی ہے۔ اگر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی عورت بھگا کرلے جائے تو کوشش کی جاتی ہے کہ عورت کو واپس لیا جائے۔ جب تک عورت واپس نہ ہو ایک قسم کی سیاسی جنگ جاری رہتی ہے۔ راستے بند ہو جاتے ہیں۔ جب عورت واپس ہوتی ہے تو بغیر اس کی عصمت کا خیال کئے ہوئے نہایت گرم جوشی سے اُسے قبول کرلیا جاتا ہے۔

یہ حالات ہوتے ہوئے یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ میو قوم مہابھارت کے یدھشٹر اور راجپوت رجی کے خاندانوں کی اولاد ہوں جیسا کہ کیشر لوگ بتلاتے ہیں۔ آگے معلومات کی بنا پر یہ قوم ان خاندانوں کی اولاد ثابت

ہوتی تو اس کتاب میں بھی ایک نئے باب کا اضافہ کرنا ہوگا۔

میوات میں دوسری اقوام کی آبادی

ملک میوات میں میو قوم کے علاوہ مینیا۔ راجپوت اور خانزادے آباد رہے ہیں۔ جاٹ اور اہیر اقوام کی آبادی میوات سے ملتے ہوئے علاقوں میں ہے۔ اس لئے اس باب میں مینا۔ راجپوت اور خانزادوں کا ذکر کیا جائیگا نکوم قوم اس علاقے کے بعض حصوں میں میو قوم سے پہلے آباد رہی ہے۔ اس لئے اس قوم کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

میوات کی ان اقوام کے سلسلے میں اے کنگھم نے لکھا ہے۔

"جو مقامات میں نے اپنے آخری دورہ کے درمیان دیکھے ہیں وہ میں نے مشرقی راجپوتانے میں شامل کر دیئے ہیں۔ ان علاقوں میں جو بڑی اقوام تقریباً تین ہزار سال تک رہی ہیں ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں یہ چندر بنسی اور سورج بنسی نکما بھاس (NIKUM BHAS) تھے اور بعد میو قوم تھی۔

مینا۔ گزیٹرز امپریل میں لکھا ہے "مینا نام آمینا میو سے نکلا ہے جس کے معنی اصل میو ہیں۔ یعنی وہ میو جو مسلمان نہیں ہوئے۔ مینا اپنے آپ کو راجپوت بتلاتے ہیں۔ لیکن ہندو راجپوت ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے

ہیں۔ اکبر کے زمانے تک مینا اور میو قوم کی آپس میں شادیاں ہوتی تھیں"۔

جیمس ٹاڈ۔ اے، کننگھم۔ W - CROOKE ڈبلیو کروک نے لکھا ہے کہ مینا اور میو ابتدا میں ایک ہی قوم تھی۔ ان دونوں قوموں کے ایک ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ان کی پال مشترکہ ہیں۔

میو قوم گیارھویں صدی کے شروع ہی میں مسلمان ہو گئی اور اسی زمانے میں میو قوم مینا اور میو میں تقسیم ہو گئی۔ سماجی تنظیم کے حساب سے اکبر کے زمانے تک دونوں قومیں ایک دوسرے سے گہرے تعلقات رکھتی تھیں۔

1901 کی مردم شماری کے مطابق مینا قوم کی آبادی راجپوتانہ میں 477129 تھی اور یہ آبادی کل آبادی کا چار فیصد تھی۔ اس قوم کی سب سے زیادہ آبادی قرولی اور بوندی ریاستوں میں ہے۔

"راجپوت" سر رامیش چندر دت اپنی کتاب "سویلائزیشن ان انشینٹ انڈیا" میں لکھتے ہیں کہ راجپوتوں کی قومیت کا نام ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ قدیم چھتریوں کی سلطنتوں کی تباہی 550ء کے قریب شروع ہوئی۔ ہرش 648ء میں مر گیا۔ پس راجپوت قوم کا ظہور 550ء-750ء کے درمیان ہوا۔ "راجپوتانہ" کا نام انگریزوں کے زمانے میں وجود میں آیا۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت بہت جدید پیدائش کی نوخیز قوم ہے۔

یوروپین مؤرخوں کا خیال ہے کہ سیتھین۔ ساکا اور ہن اقوام ہندوستان میں آ کر آرین سے مل جل گئیں اور ان کی اولاد راجپوت کہلائی۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا ہے کہ سیتھین۔ ساکا۔ ترک اور دوسری قومیں ہندوستان میں آ کر آباد ہو گئیں اور پہلے آئے ہوئے لوگوں سے مل جل گئیں۔ اس لئے شمالی ہند میں رہنے والے لوگ جن میں بہادر اور خوبصورت راجپوت ہیں آرین کی طرح ان کی اولاد ہیں۔ اسی سلسلے میں لکھا ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ وسطی ہند اور راجپوتانہ کے راجپوت قبائل میں "سفید ہن" کے خون کی آمیزش ہو۔

واقعات یہ ہیں جب مسلمان حملہ آور ہندوستان میں آئے تو راجپوت قوم جگہ جگہ قابض دکھائی دیتی تھی اس لئے اس کو ایک پرانی قوم سمجھا جانے لگا۔ ٹاڈ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ میو یا مینا قوم راجپوتوں سے پہلے موجود تھی اور اسی بنا پر ان کو INDEGENOUS باشندے لکھا ہے اور راجپوتوں کو فاتح بتلایا ہے۔ اس لئے یہ خیال کہ میو راجپوتوں کی اولاد ہیں بالکل غلط ہے۔

"خانزادے" گوڑگانوہ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ خانزادے اپنے آپ کو جادوں راجپوتوں میں سے بتلاتے ہیں جن کو فیروز شاہ تغلق نے مسلمان بنایا اور اس نے ان کو میوات کا حکمراں بنا دیا (ص 405)

1901 کی مردم شماری کے مطابق ضلع گوڑگانوہ میں اس قوم کی آبادی چار ہزار تھی اور راجپوتانہ میں 17 9 3 تھی۔

خانزادے اپنے آپ کو بہادر ناہر کی اولاد بتلاتے ہیں جو سرہٹہ کا رہنے والا تھا۔ بہادر ناہر ایک معمولی زمیندار تھا اور اس کی شادی حیاموداس نزد تجارہ کے ایک زمیندار کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ اس کے شوہر نے آ۔۔۔

اس لئے قتل کرا دیا کہ وہ کیوں مسلمان ہوا۔ اے کننگھم نے بہادر ناہر کے مسلمان ہونے کی دو وجوہات لکھی ہیں۔

۱۔ میو قوم کے خوف سے جان بچانے کے لئے مسلمان ہوا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میواتیوں کو لوٹ مار کی عادت ہے اور مسلمان ہو کر وہ اپنے آپکو شاہی مدد سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔

۲۔ اپنی جائیداد واقع سرہٹہ کو واپس لینے کے لئے مسلمان ہوا۔

ان دو دلائل کے بعد اے کنگھم نے لکھا ہے۔ خانزادے غالباً خانہ زاد تھے اور ان کا راجپوت قوم سے کوئی تعلق نہیں تھا تھن پال کی اولاد شکست کھا کر سیلاگڑھ اور قرولی میں منتقل ہوتی رہی۔

مرقع الور میں لکھا ہے " خانزادوں نے اپنا ایک نیا قوم بنایا ہے اور سلسلہ اپنی نسل کا بأظہار شرافت تہن پال جادوں راجہ سے جا ملایا ہے۔ لفظ خانہ زاد سے برآمدگی لقب خانزادہ حوالۂ کلک داستان گزار ہوئی " (ص ۱۷۰)

اس بیان کی تائید میں میں تاریخ فرشتہ کے اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ ابوبکر شاہ باتفاق بہادر ناہر اور خانہ زادان فیروز شاہی کے ہایوں خاں کی بے خبری میں اس وہ پر تاخت لایا اور پندرہ آدمیوں کو زخمی کیا۔"

۲۔ احمار خاں نے اپنے خانہ زاد داؤد خاں کو برسم رسالت فیروز شاہ

کے پاس بھیجکر پیغام دیا۔

ان اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں خانہ زاد ایک جماعت تھی جو بہادر ناہر کے زمانے ہی میں ذمہ داری کے عہدوں پر کام کرتی تھی اور یہ یقینی طور پر ہندوستان کے رہنے والے نو مسلم نہیں تھے۔

یہ لوگ کون تھے۔ امیر خسرو نے لکھا ہے۔

غازو ترک و مغل رومی و روسی

چوں بازِ جرجہ دار جنگ خسروی

غازی ملک حاکم لاہور کی فوج نے خسرو خاں کی فوج کو شکست دے کر دہلی پر ۱۳۲۰ء میں قبضہ کر لیا اس فوج میں ہندوستانی مسلمان اور ہندو نہیں تھے۔ یہ لوگ ترک، منگول، یونانی اور روسی بہادر سوار تھے۔ یہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہ تمام اچھے اور بہادر سپاہی تھے جو ملک کی فوج میں کئی دفعہ لڑ چکے تھے۔ یہ خاندان تغلق کی فوج تھی لڑائی کے بعد اس فوج میں سے جو غلام باقی بچے (زندہ رہے) انہیں اعزاز اور اچھے عہدے دیئے گئے۔

میری رائے میں یہ لوگ خانہ زادان فیروز شاہ تغلق کہلائے اور خانزادے مشہور ہو گئے اور ان کے کسی چالاک اور ہوشیار بزرگ نے اپنا شجرہ نسب جادوں خاندان کے راجہ تہن پال سے ملا دیا اور اس طرح ایک غلط تاریخی واقعہ روایت بن مشہور ہو گیا۔

مزید ثبوت کے لئے خانزادہ قوم کی تاریخ مرقع میوات سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔ قابل مصنف نے لفظ میواتی کی جگہ خانزادہ لکھدیا ہے اور اس طرح تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کے صفحہ 233 پر مولوی ذکاء اللہ کا یہ بیان بدل دیا ہے۔

"حسن خاں میواتی اور اس کے آباء اجداد شاہان دہلی کے برائے نام مطیع تھے"

اس بیان کے بجائے۔

"حسن خاں وغیرہ خانزادے شاہان دہلی کے برائے نام مطیع تھے" لکھدیا ہے۔

مرقع میوات کے صفحہ 235 پر تاریخ فرشتہ کے بیان کو بدل دیا ہے۔

"میواتی اپنی ولایت خالی کرکے کوہ جھر میں در آئے"

اس کی بجائے لکھا ہے

"خانزادے اپنی ولایت خالی کرکے کوہ جھر میں در آئے"

ان حالات کی روشنی میں یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ خانزادے خانہ زادان فیروز شاہ تغلق کی اولاد ہیں۔ بابر کے زمانے تک اور اس کے بعد بھی انھیں خانہ زادن پادشاہی لکھا ہے۔ مثلاً اورنگ زیب کے زمانے کا ایک واقعہ سیر المتاخرین سے نقل کیا جاتا ہے۔

"اورنگ زیب محمد شریف پسر اسلام خاں را . . . از خانہ

زادن پادشاہی متصدئے مہمات نیدر مذکور بود یا دیگر متصدیان محبوس ساخت" (ص: 305)

خانزادے راجپوت قطعی نہیں تھے۔ خاں جادو مسلمان . . . . .

. . . . . راجپوتوں کا کوئی دوسرا گروہ ہوسکتا ہے۔ اس لفظ کو لفظ خانہ زاد سے ملا دینا ایک بڑی بھاری تاریخی غلطی ہوگی۔

NIKUMBHAS نکیم اس قوم کے متعلق جیمس ٹاڈ نے لکھا ہے کہ یہ ایک قدیم قوم ہے یہ قوم میو قوم سے پہلے راجپوتانہ میں آکر آباد ہوئی اور اس کے بعد قوم میو آئی۔

عرب مؤرخین لکھتے ہیں کہ دسویں صدی کے ربع ثالث میں سندھ کے حدود میں دو غیر مسلم قومیں آباد تھیں ایک بدھا اور دوسری میند۔ بعض جگہ ندھ یا لنون آیا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ ندھ نودبکی تعریف ہے جو ایک بڑا بلوچ قبیلہ تھا۔ یہ قوم شمالی افریقہ کے بربر خانہ بدوشوں سے ملتی جلتی ہے۔ یہ لوگ خوش پیکر اور تیز رفتار اونٹ پالتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہی قوم تھی جیسے اے۔ کنگھم نے NIKUMBHAS لکھا ہے اور نکوم کے نام سے اس کا ذکر آتا ہے کیونکہ میوات کے دیہات میں بلوت قوم کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ قوم ابتدا میں منڈل گڈھ میں آکر آباد ہوئی یہ خیال ہے کہ انھوں نے اور [illegible] کی بنیاد ڈالی جس کے کھنڈرات موجودہ شہر کے باہر ہوسکتے ہیں اور [illegible] اندور بھی اسی قوم نے تعمیر کرایا۔ مسلمان حملہ آوروں کے وقت (خوندیزی) یہ قوم خاندیس کے ضلع میں آباد تھی۔

خاندانِ غلامان سے پہلے میو قوم کے حالات

میو قوم راجپوتوں سے پہلے انڈس اور تقریباً دریائے جمنا سے ملتے ہوئے علاقے میں آباد تھی۔ راجپوت ہرش کی زندگی ہی میں ظاہر ہو کر 560 - 750ء کے درمیان ملک کے مختلف حصوں میں اپنی تنظیم کر رہے تھے۔ ایک نئی قوم ہونے کی وجہ سے ان میں عمل کی قوت دوسری پرانی قوموں سے زیادہ تھی۔ سو سویں صدی میں جگہ جگہ ان کے راجہ دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن اس قوم کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور بغیر دوسری قوموں کے تعاون کے یہ حکومت کا کام نہیں سنبھال سکتے تھے، کیونکہ مسلمان حملہ آور یکے بعد دیگرے ملک پر حملہ کر رہے تھے اور ان کے حملوں میں دہشت کا عنصر غالب تھا۔

اے کنگھم نے لکھا ہے کہ جادوں راجپوت سورا سینیا میں میو قوم کی مدد اور تعاون سے حکومت کرتے تھے کیونکہ اس علاقے میں ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور یہ بھی جادوں میو کہلاتے تھے

1045ء کے قریب جادوں راجپوتوں کا پہلا راجہ بجے پال ہوا ہے۔ لیکن اس واقعے سے پہلے 1002 کے قریب سید سالار مسعود غازی نے

اپنی مہمات میوات میں جاری رکھیں اور اس علاقے میں اشاعت اسلام کا کام بھی کیا جس کی وجہ سے میو مسلمان ہو گئے۔

محمود نے بھی 1002ء سے 1030ء تک ملک پر حملے کئے اور تمام پنجاب اور سندھ اس کی ماتحتی میں آ گیا معلوم ہوتا ہے سالار مسعود غازی محمود کے ساتھ آئے۔

محمود غزنوی نے دوابہ گنگ پر بھی حملے کئے۔ وہ میرٹھ اور بلند شہر کے علاقے میں گیا اور راجہ بلند شہر سے اس کی لڑائی ہوئی۔ وہ غالباً کانپور تک گیا۔ اس دوران میں میو قوم ان علاقوں میں آباد تھی۔

محمود اکتوبر 1018 میں متھرا پر حملہ آور ہوا۔ اور اس علاقے کو فتح کر کے بیس دن تک یہاں مقیم رہا۔ اس وقت متھرا کے گردو نواح میں میو قوم آباد تھی اور کوئی راجپوت راجہ اس قابل نہیں تھا کہ محمود کا مقابلہ کرتا۔ اس لئے میو قوم کو اپنے سرداروں اور راجاؤں کی رہنمائی میں لڑائی لڑنی پڑی۔ محمود دہلی جانا چاہتا تھا لیکن اس نے اس علاقے کے حالات دیکھ کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اُس وقت شہر متھرا کی عظمت کا اندازہ محمود کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے غزنی بھیجا۔

" اس شہر میں ہزار قصر آسمان اساس ہیں۔ لیکن اکثر ان میں کے سنگ رخام سے ساختہ ہیں اور بت خانے اس قدر ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسی تعمیر کرنا منظور ہووے ایک لاکھ دینار صرف کر کے اور استادان چابکدست کی سعی سے دو سو برس میں انجام کو پہنچے " فرشتہ

محمود غزنوی کے سپہ سالار جنرل سید ابراہیم بارہ ہزاری نے ربواڑی فتح کی اور اس کے نزدیک ہی کھول میں قلعہ بنایا۔ اس وقت یہ تمام علاقے میوات میں شامل تھے۔

راجہ بشال دیو جو دہلی اور اجمیر کا راجہ تھا اس کی محمود غزنوی سے 25-1024 میں لڑائی ہوئی۔ گزیٹرز میں لکھا ہے۔ بشال دیو ایک ہزار عیسوی کے قریب چوہان راجہ تھا اور اس نے اپنی حکومت دہلی تک بڑھا دی تھی۔ چوہان اس زمانے میں تمام راجپوت قبائل میں طاقتور تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان تمام قبائل نے مسلمان حملہ آوروں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیا۔" (حصار۔ گزیٹر۔ 19) پرتھی راج راسہ میں لکھا ہے کہ میو قوم کے سرداروں اور راجاؤں نے ان لڑائیوں میں بشال دیو کا ساتھ دیا۔ اس لڑائی میں راجہ بشال دیو کو شکست ہوئی۔

1117ء میں ابوبکر شاہ قندھاری نے میوات کے علاقہ بیانہ پر حملہ کیا قلعہ بیانہ (بجے مندر گڑھ) جو پہاڑ میں ایک اونچے مقام پر تھا فتح کیا۔ اس قلعے کی پیشانی پر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ دوہا لکھا ہوا ہے

گیارہ سو تہتر۔ پھاگن تیج روی بار
بجے مندر گڑھ توڑیا ابوبکر قندھار

بجے پال کی وفات کے بعد اس کا لڑکا تہن پال گدی پر بیٹھا اور میو قوم کے سرداروں کی مدد سے حکومت کرنے لگا۔ یہ خود مختار راجہ تھا اور اس نے مسلمان حکام کے خلاف بغاوت کر دی۔ چنانچہ شہاب الدین غوری کو میوات کے

اس حصے کے انتظام کی درستی کے لئے حملہ کرنا پڑا۔ جس کے متعلق فرشتہ نے لکھا ہے۔

592ھ میں (1195ء) شہاب الدین غوری کو دوبارہ سفر ہند کی ہوس ہوئی۔ غزنی سے روانہ ہو کر قلعہ تھنگر (تہنگڑھ) کو اس وقت بیانہ کے نام سے شہرت رکھتا تھا فتح کیا اور وہاں کی سرداری بہاؤالدین طغرل خاں کو عنایت فرمائی "۔ گوالیار اور بیانہ کا انتظام اس کے سپرد کیا۔ قطب الدین ایبک نے اس انتظام کو اچھا خیال نہیں کیا۔ لیکن طغرل خاں کی موت کی وجہ سے یہ معاملہ خود ہی حل ہو گیا۔

پرتھی راج نے جے چند سے لڑائی لڑی۔ میو قوم کو جس نے پرتھی راج کے جدِ امجد بشال دیو کی مدد کی تھی اضلاع بلند شہر۔ علی گڑھ اور میرٹھ سے نکالا اور ان کے علاقوں میں راجپوت آباد کئے۔ چندیل خاندان کے راجہ پرمال دیو سے لڑائی لڑی۔ ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی فوجی طاقت کمزور ہوتی چلی گئی اور چوہان حکومت تونور حکومت کی طرح بہت جلد ختم ہو گئی۔

تیرھویں صدی کے نصف کے قریب چندیل خاندان کے زوال کے بعد میو قوم اس علاقے پر قابض رہی۔ اس لئے اس خاندان کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

راجہ پرمال دیو چندیل خاندان کا راجہ تھا۔ تیرھویں صدی کے آغاز نے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ مہوبا جو اب ایک معمولی قصبہ ہے

اس زمانے میں چندیلوں کا پایۂ تخت تھا۔ آلھا اور اودل اس راجہ پرمال دیو کے اعیانِ دربار تھے اور دونوں بھائی بہادری میں مشہور تھے۔ ان کے کارناموں نے مہوبا کا نام روشن کر دیا......

بڑے لڑیا مہوبے والے جن کے بل کو دار نہ پار

آلھا اور اودل کی ان کے ماموں کی وجہ سے جس کا نام ماہل تھا۔ راجہ پرمال دیو سے ان بن ہو گئی اور ناراض ہو کر قنوج چلے گئے جہاں جے چند نے انھیں اپنی فوج کے سپہ سالار مقرر کر دیئے۔ اسی دوران میں راجہ پرمال دیو کی راجہ پرتھی راج سے لڑائی ہو گئی۔ جگنا بھاٹ آلھا اور اودل کو قنوج واپس لے آیا۔

اس مقام پر جہاں اب اورائی کا قصبہ آباد ہے پرتھی راج اور پرمال دیو کی فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی اٹھارہ دن تک ہوتی رہی۔ تین لاکھ کی فوج میں سے صرف تین زندہ بچے ایک پرتھی راج، دوسرا چندا بھاٹ۔ تیسرا الھا۔ پتہ نہیں الھا کہاں چلا گیا۔ چندیل اور چوہان ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئے۔ کیونکہ چوہانوں کے تجربہ کار سپاہی اورائی کی لڑائی میں کام آ چکے تھے۔ شہاب الدین غوری کے مقابلے میں ناتجربہ کار سپاہی لائے گئے اور اس وجہ سے پرتھی راج کو شکست ہوئی۔

ملکِ میوات میں میو قوم کی ریاستیں

اے۔ کنگھم نے PLINY کے حوالے سے لکھا کہ میو انڈس اور تقریباً جمنا سے ملتے ہوئے علاقے کے درمیان آباد تھے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کا تقریباً تمام راجپوتانہ پر قبضہ تھا اور اس لئے یہاں یقینی اس قوم کی حکومت ہوگی۔ زمانۂ قدیم میں چھوٹے چھوٹے راجہ ہوتے تھے اور قبائل کی غیر منظم حکومتیں ہوتی تھیں چنانچہ ابٹسن کے بیان سے اندازہ ہو سکے گا کہ زمانۂ قدیم میں کس قسم کی حکومتیں تھیں۔

"متسیا اور سورآسنیا میں ظاہر میں باقاعدہ حکومتیں نہیں تھیں۔ بلکہ قبیلوں کی حکومتیں تھیں جن کی باقاعدہ تنظیم نہیں تھی۔ ان کی حدود بھی تبدیل ہوتی رہتی تھیں جیسا کہ بعد کے زمانے میں میوات یا بھیانہ (بیانہ) کی حدود تبدیل ہوتی رہی ہیں" (IBBETSON)

زمانۂ قدیم میں الور کی ارولی پہاڑی اور جمنا کے درمیان کا علاقہ دو حصوں MATSYE اور سورآسنیا میں تقسیم تھا اور اس تمام علاقے میں میو قوم آباد تھی۔ اس علاقہ کا مشرقی حصہ سوراسنیا کہلاتا تھا اور اس میں کا مال متھرا۔ روہیلکھنڈ اور دواب گنگ شامل تھے۔ اس کا مغربی حصہ متسیا

کہلاتا تھا اور اس میں الور، جے پور کا کچھ حصہ، بھرت پور کا کچھ حصہ، بیراٹھ اور ماچاڑی شامل تھے۔

پہلی دو صدیوں میں سورسیتا جس میں بیانہ اور متھرا کے علاقے شامل تھے راجہ کنشک کی حکومت کا مشرقی حصہ بن گیا تھا اور اس علاقے میں میو جو انڈو سیتھین راجہ کنشک کے قبائل سے تعلق رکھتے تھے آباد تھے کنشک خاندان کے راجاؤں کے بعد اس علاقہ میں ان کے باجگذار راجہ تھے۔

اے کننگھم نے 83-1882 میں مشرقی راجستھان کا دورہ کر کے الور۔ بھرتپور۔ دھول پور۔ متھرا۔ آگرہ۔ گوڑگانوہ اور شمالی گوالیار اس میں شامل کر کے لکھا ہے کہ یہ علاقہ راجپوتوں سے پہلے اور تکوم کے بعد میو قوم کے قبضہ میں رہا۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تمام راجپوتانہ میں میو راجہ حکومت کرتے تھے اور چونکہ اس زمانے کی تاریخ نہیں ہے اس لئے ان کے حالات نہیں مل سکے ہیں۔

میواڑ:- (میدر) یا میو قوم شروع میں میواڑ کے علاقے میں آکر آباد ہوئی۔ اس ریاست کا نام اودے پور بھی ہے۔ میواڑ میں اودے پور۔ بانسواڑہ۔ ڈونگا پور اور پرتاپ گڈھ شامل تھیں۔ میو قوم کی کلاپیا پال نے جس میں چوہان پاہٹ میو بھی شامل ہیں۔ اس علاقہ میں جنم لیا۔ اس لئے یہاں میو قوم کے راجاؤں نے جو اپنی حکومتیں سندھ میں چھوڑ کر آئے تھے حکومت کی۔

اس ریاست کی تاریخ کے متعلق چودھویں صدی کے ابتدا تک کچھ پتہ نہیں چلتا ہے۔ صرف چند راجاؤں کے نام کا پتہ چلتا ہے جن کا سلسلہ باقاعدہ نہیں ہے۔ اودے پور کی بنیاد رانا اودے سنگھ نے 1559 میں ڈالی۔ ان حالات میں میو قوم کے راجاؤں کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اجمیر:- اس علاقے میں بھی میو قوم آباد رہی ہے اور اس لئے قدرتی طور پر دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے راجاؤں کی ضرورت تھی۔ اجمیر اس زمانے میں ایک اہم مقام تھا۔

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ 685ء کے قریب اجمیر اور اس کے گرد و نواح میں راجہ مانک رائے حکومت کرتا تھا۔ اس راجہ کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالملک کے حکم سے راجپوتانہ پر حملہ کیا۔ راجہ مانک رائے مارا گیا۔ حصار گزیٹیر میں لکھا ہے کہ اس کے بیٹے نے کام سنبھال کر حکومت شروع کر دی۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ بیٹا بھی مارا گیا۔

جیمس ٹاڈ نے لکھا ہے کہ مانک رائے چوہان راجپوت راجہ تھا۔ مجھے ٹاڈ سے اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ راجپوت راجہ نویں صدی عیسوی سے پہلے اس قابل نہیں ہوئے تھے کہ حکومت کر سکتے۔ میرا خیال ہے مانک رائے ایک میو راجہ تھا اور میواڑ کی کلاپیا پال سے تعلق رکھتا تھا جس میں پاہٹ چوہان میو شامل تھے اور اسی لئے ٹاڈ نے اسے چوہان راجہ لکھ دیا۔ میرے اس خیال کو اے۔ کننگھم کے اس بیان سے تقویت ملتی ہے کہ چوہان بادشاہوں کا جو بیان ٹاڈ نے دیا ہے وہ صاف نہیں ہے بلکہ اس سے الجھن پیدا

ہوتی ہے۔ اس بیان سے میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے۔ اجمیر۔ دہلی کے چوہان راجہ بشال دیو اور پرتھی راج تھے"۔

فرشتہ نے لکھا ہے "بعد زوال دولت توراں۔ دہلی کی حکومت طائفہ، چوہان میں سے جو عمدہ راجپوتوں سے ہیں انتقال کی اور ان میں سے چھ شخص نے اس بلدہ میں نشان فرمانداہی کا بلند کیا۔ مانک دیو۔ دیو راج۔ راول دیو۔ جاہر دیو۔ سہر دیو۔ راجہ پتھورا جو کہ معرکۂ شہاب الدین میں مقتول ہوا"۔ ص 83۔

فرشتہ نے راجہ مانک رائے کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے مانک رائے چوہان میو قبیلہ کا راجہ تھا۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ چوہان راجپوتوں نے تنور راجپوتوں کے بعد حکومت سنبھالی اور اس لئے یہ زمانہ 685ء کے لگ بھگ نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اننگ پال تنور کا زمانہ 792ء کے لگ بھگ ہے اور بیس پشتوں تک ان کا راج رہا۔

جے پور۔ امبیر۔ امبیر پرانے زمانے میں جے پور کا دارالخلافہ تھا۔ اب ویران اور خستہ حالت میں ہے۔ میو قوم کے دہنگل اور سہنگل پال نے اس علاقے میں جنم لیا۔ 954 کے قریب یہاں راجہ سساوت حکومت کرتا تھا۔ جیمس ٹاڈ نے اس راجہ کو مینا قوم کا راجہ لکھا ہے۔ حالانکہ اس وقت مینا قوم نہیں تھی۔ کیونکہ مینا قوم کا وجود گیارھویں صدی میں ہوا۔ دوسرے

مینا قوم کی پالوں کے بھی یہی نام ہیں جو میو پالوں کے ہیں۔ میو قوم کے راجہ راؤ کہلاتے تھے۔ مثال کے طور پر اکبر کے زمانے کا ایک دوہا لکھا جاتا ہے جس سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

تو دِلی کو بادساہ میں پاٹن کو راؤ
تیری دِلی ملنے نہ چلوں میری پاٹن ملنے آؤ

ان حالات کی روشنی میں نہایت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ راجہ سساوت میو تھا اور ٹاڈ نے غلطی سے اسے مینا لکھ دیا ہے۔

راجپوت کچھواہہ راجہ دھولا نے امبیر پر 954 کے قریب حملہ کیا۔ لڑائی میں راجہ دھولا مارا گیا۔ راجہ کے بعد اس کے لڑکے نے امبیر فتح کر لیا اور ریاست جے پور پر کچھواہہ راجپوتوں کی حکومت ہو گئی۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں 954 سے پہلے راجپوت راجہ نہیں تھے بلکہ میو راجہ تھے۔

بیانہ:۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صوبہ سوراسنیا میں بیانہ شامل تھا۔ اس علاقے میں جادوں میو آباد تھے اور غالباً راجہ کنشک کے زمانہ سے پہلے ہی یہاں آ کر آباد ہو چکے تھے۔ میو قوم کی پال چھر کلوت، پونگلوت، ڈیمروت اور دولوت کی ابتدا یہاں ہوئی۔ اور کچھ آبادی یہاں سے جمنا عبور کر کے یوپی میں چلی گئی۔ اس لئے اس علاقے میں میو راجاؤں کا ہونا یقینی تھا۔ جن کے حالات تاریکی میں ہیں۔ اس علاقے میں میو قوم کی آبادی سب سے زیادہ تھی۔ اس قوم کی تاریخ قلعہ بیانہ اور

اس کے ارد گرد کے کھنڈرات سے وابستہ ہے۔

قلعہ بیانہ بہت پرانا ہے۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق یہ قلعہ مہاراج کشن کے سپہ سالار نے بنوایا تھا جس کا نام مالچند تھا۔ راجہ کشن ظہور سب کا ہم عصر تھا۔ مالچند نے قلعہ گوالیار بھی بنوایا اور علم راگ یعنی موسیقی ہندی تلنگانہ اور ملک دکن سے لایا۔

قلعہ بیانہ کے چاروں طرف قوم میو آباد تھی۔ اس لئے قلعہ کے کھنڈرات گرے ہوئے محلات اور تہہ خانے وغیرہ یہاں رہنے والی قوم اور اس کے راجاؤں کی یاد دلاتے ہیں۔ "آثار پدید است صنادید عجم را"

علاقہ بیانہ میں راجپوت راجہ بجے پال کا نام 1043ء میں آتا ہے۔ اس راجہ سے دو سو سال پہلے ایک راجہ دھرم پال کا نام آتا ہے۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں راجپوت راجہ دسویں صدی میں برسر اقتدار آنے شروع ہوئے لیکن وہ اس قابل نہیں تھے کہ مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے۔ میو قوم کے سرداروں نے ان لڑائیوں میں راجپوت راجاؤں کی مدد کی لیکن وہ حملہ آوروں سے شکست کھا کر اس علاقے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ چند تاریخی واقعات بیان کئے جاتے ہیں جن سے ان واقعات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

1002-4ء کے درمیان میو قوم نے سالار سید مسعود غازی سے لڑائی لڑی۔

اکتوبر 1018ء میں محمود جمنا پار کرکے متھرا آیا۔ اسی قوم کو ٹکر لینی

پڑی کیونکہ راجپوت مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

بجے پال 1043 میں جادو راجپوت راجہ ہوا۔ اس نے قلعہ بیانہ کی مرمت کرائی اور اس کا نام بجے مندر گڑھ رکھ دیا۔ محمود غزنوی کے بعد اس علاقے پر غالباً 1117 میں ابوبکر قندھاری نے حملہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ بجے پال کے بعد تہن پال نے میو قوم کی مدد سے حکومت کا کام سنبھالا اور اس علاقے کا نام تہن گڑھ رکھ دیا۔ جسے فرشتہ نے تھنگر لکھا ہے۔ میو قوم کی آبادی کی وجہ سے تہن گڑھ میو ریاست مشہور ہو گئی۔

شہاب الدین غوری کو 1195ء میں دوبارہ سفر ہند کی ہوس ہوئی غزنی سے روانہ ہو کر قلعہ تھنگر کہ بیانہ کی شہرت رکھتا تھا فتح کیا اور وہاں کی سرداری بہاؤ الدین طغرل خاں کو عنایت فرمائی۔ فرشتہ۔

راجہ تہن پال شکست کھا کر بھاگ گیا لیکن میو قوم اپنے ملک کے اس حصہ میں آباد رہی۔ اورنگزیب کے زمانے تک مسلمان بادشاہوں سے ٹکر لیتی رہی۔

ہندوستان کی کوئی انڈو آرین قوم سوائے میو قوم کے تقریباً دو ہزار سال تک اپنے ابتدائی علاقوں میں آباد نہیں رہی ہے۔ لیکن قوم میو اب تک ان علاقوں میں آباد ہے۔

الور۔ تجارہ:۔ ان علاقہ جات میں میو قوم کی پالوں۔ لنڈاوت، ڈہلوت، بالوت، ڈہروال اور نائی کی پیدائش ہوئی۔ کچھواہہ راجپوتوں سے پہلے اس علاقہ میں میو راجہ حکمران تھے جس کا ثبوت یہ ہے

کہ انگریزوں کے زمانے تک بھی میو قوم ریاست الور کے تقریباً نصف رقبے پر قابض تھے۔ میجر پاؤلٹ نے ریاست الور کے متعلق لکھا ہے۔

Alwar.

The **MEOS** are numerically the first race in the state and agricultural portion of them is considerably more than double of any other class of cultivators. They occupy about half of the **Alwar State.**

ریاست الور میں میو قوم کی آبادی دوسری تمام قوموں میں سب سے زیادہ ہے۔ زراعت پیشہ اقوام میں میو قوم کی آبادی دگنی سے زیادہ ہے۔ ریاست الور کے تقریباً نصف حصہ پر میو قابض ہیں۔

اے۔ کننگھم نے گوڑگانوہ۔ الور۔ بھرت پور میں میو آبادی کے اعداد و شمار 1871 دیتے ہوئے لکھا ہے۔ تناسب آبادی کے لحاظ سے اس علاقہ میں میو قوم کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ قوم ان علاقوں کے ایک تہائی قابل زراعت رقبہ پر قابض ہے۔

گوڑگانوہ 114693۔ کل آبادی کا چھٹا حصہ۔

الور:- 67000 کل آبادی کا آٹھواں حصہ

بھرت پور:- 47476 کل آبادی کا سولہواں حصہ ($\frac{1}{16}$)

ان کوائف سے پتہ چلتا ہے کہ میو قوم ان علاقوں میں زمانہ قدیم سے بڑی تعداد میں آباد رہی ہے اور یہ زراعت پیشہ تھے۔ لہٰذا آریاؤں کے نظام کے مطابق یہاں قبائلی راجہ تھے۔

میو قوم کی آبادی کا ایک حصہ دریائے جمنا عبور کر کے اپر دوآب میں داخل ہو گیا اور صدیوں تک ان علاقوں پر قابض رہے۔ اس سلسلے میں چند تاریخی واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

ضلع بلند شہر:- ڈبو پورہ۔ تحصیل خورجہ۔ ضلع بلند شہر میں ایک قصبہ ہے یہ قصبہ ڈبو (RABU) نامی میو نے گیارھویں صدی میں آباد کیا۔ یہاں سے میواتیوں کو جیسا ور راجپوت نے پرتھی راج کے زمانے میں بارھویں صدی میں نکال دیا۔" گزیٹرز XXI-22

گلاوٹھی:- یہ قصبہ گلابو میو نے آباد کیا۔ اس قصبہ کے نزدیک میو قوم کے گاؤں آباد ہیں۔ ان میں چڑاوک سب سے بڑا گاؤں ہے

XII - 374

پنڈراول:- راول میو نے بسائی

علی گڑھ:- چھتناری۔ گیارھویں صدی میں چھتر دھاری میو نے آباد کی۔
(گزیٹرز۔ X-198)

1901 کی بندوبست رپورٹ میں میو قوم کی آبادی کو ان اضلاع میں سب سے قدیم بتلایا گیا ہے۔

ETAH ایٹہ :-

MEOS

The Ishmaelties of Upped Doab.

ETAH. It remained in their hands untill after the earliest Mohammadan invasion. No tribe has tradition beyond the 12th Century of the era. It was invaded by Mahmud of Ghazni or Kutbuddin on their successful expedition against the natives.

Vo. XII. 39

ایٹہ۔ میو اپر دوابے مالک۔ یہ علاقہ میو قوم کے قبضہ میں پہلے اسلامی حملے تک اور اس کے بعد بھی رہا اس علاقے میں بسنے والی قوموں کے حالات اور روایات کا بارھویں صدی کے بعد ہی پتہ چلتا ہے اس علاقے پر محمود غزنوی یا قطب الدین نے حملہ کر کے قدیم باشندوں (میواتیوں) کو مفتوح کیا۔

بندیل کھنڈ:- مسلمانی فتوحات کے بعد چندیل قبیلے چھوٹے چھوٹے راجپوت راجہ بن گئے۔ اس علاقے پر میواتیوں کا تیرھویں صدی کے نصف میں ایک مختصر عرصے تک قبضہ رہا۔ (گزیٹر) IX-70

میو قوم کے اسلام قبول کرنے کے حالات

میو قوم نے کب اور کن حالات میں اسلام قبول کیا اس کے متعلق مسلمان مورخوں نے کچھ نہیں لکھا ہے۔ دراصل یہ تاریخیں اور سوانح بادشاہوں کی فتوحات اور خانہ جنگی کے حالات بتلاتی ہیں اور اس سلسلے میں جگہ جگہ میوات اور میواتیوں کا ذکر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اشاعت اسلام کے واقعات سے ان مورخوں اور بادشاہوں کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لئے اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ بہرحال جو واقعات ملتے ہیں لکھے جاتے ہیں۔

فرشتہ نے لکھا ہے "اول جس شخص نے کہ ارباب اسلام سے ہندوستان میں قدم رکھا اور وہاں کے اہالی کے ساتھ غزا کی مہلب بن ابی صفرہ ہی یہ امرائے عرب کے کبار سے تھا۔ اور اغلباً ۴۴ھ میں ۶۶۴ء میں ہندوستان آیا اور وہاں کے کفار سے جہاد کر کے دس بارہ ہزار ہندی اسیر کئے اور اسی عرصہ میں بعض مرحوم ہائے ہند رفتہ رفتہ خدا کی وحدانیت کا دل سے اقرار کر کے مسلمان ہوئے" ص۔ 23 ج

664ء کے قریب میو قوم اٹک اور دریائے جمنا سے ملتے ہوئے علاقہ میں آباد تھی۔ مہلب بن ابی صفرہ حملہ کابل کے سلسلے میں ملتان تک آیا تھا۔

اس لئے میو قوم کی اس سے مٹھ بھیڑ نہیں ہوئی۔ البتہ میو قوم اس حملہ کے بعد
مذہب اسلام کے نام سے ضرور آشنا ہو گئی ہوگی۔

684-85ء میں خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو سندھ
کے راستے سے راجپوتانہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ بہت ہی سخت لڑائیاں
ہوئیں۔ میو قوم کا راجہ (اجمیر) مانک رائے اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے
اس لڑائی میں میو قوم کا مسلمان حملہ آور سے سیدھا مقابلہ ہوا چونکہ اس
قوم کے حکمران کو شکست ہوئی اور وہ لڑائی میں مارا گیا اس لئے اخلاقی طور پر
اسلام کے اثرات قبول کئے گئے اور لوگوں کو اسلام کے اصولوں سے واقفیت
ہوئی ہوگی۔ ممکن ہے حجاج بن یوسف نے اپنے مبلغ بھی اس علاقے میں
چھوڑے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میو قوم پر اس حملہ کا اثر زیادہ دیرپا نہیں رہا۔

715ء میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا۔ وہ ملتان کے راستے سے
قنوج بھی گیا۔ اس کے حسن سلوک سے ہندو بہت متأثر ہوئے اور برہمن
اس کے ایجنٹ بن گئے تھے۔ گاؤں گاؤں جا کر مسلمانوں کے ساتھ حسن معاملہ اور
ان کی حکومت سے وفاداری کا ذکر کرتے تھے۔ اس دوران میں صوفی مبلغین
بھی سندھ کے علاقے میں آئے۔ میو قوم جو سندھ سے ملتے ہوئے علاقے
راجپوتانہ میں آباد تھی یہ باتیں سُن کر متأثر ہوتی رہی۔

المہدی ابو عبداللہ محمد بن المنصور کے عہد خلافت میں 160ھ میں
(جبل اربد) پہاڑ ارولی وغیرہ کو فتح کیا۔ چنانچہ تاریخ طبری میں مسطور ہے کہ "ہند
میں سندھ اور دریائے گنگ تک کا علاقہ فتح کیا"، میو قوم جو اس علاقے

میں آباد تھی۔ اسلام کے اصولوں سے ضرور آشنا ہوئی ہوگی۔ تقریباً تین سو
سال تک علاقہ میوات پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔
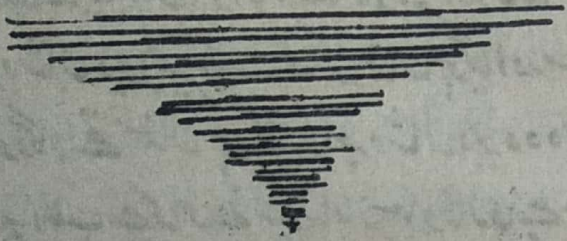
1002ء میں محمود غزنوی کے عزیز سالار سید محمود غازیؒ نے میوات
پر حملے کئے اور اشاعت اسلام کا کام کیا۔ تقریباً تمام میوان کے زمانے
میں مسلمان ہو گئے جس کا ثبوت یہ ہے میو قوم میں سید سالار مسعود کے جھنڈے
کی سلامی کا رواج 920ء تک رائج تھا۔ جھنڈا چوپال میں گاڑ دیا جاتا تھا
عورتیں اور بچے نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ مجاور لوگ جو جھنڈا لے کر آتے
تھے تیسرے دن وداع ہوتے تھے وداعگی سے پہلے مردانہ کرتبوں کا مظاہرہ
ہوتا تھا۔

میو قوم کے اسلام قبول کرنے کی ابتدا اجمیر کے علاقے سے شروع
ہوئی۔ بیانہ اور دہلی کے نزدیک کا علاقہ جہاں جادوں میو آباد تھے اپنے
دوسرے میو ساتھیوں کی تقلید کرتے ہوئے بعد میں اسلام کے اثرات سے
متأثر ہو کر اسلامی حلقہ میں داخل ہو گئے۔

محمود غزنوی کی درخواست پر خواجہ ابو محمد چشتی نے عبدالشکور سالمی

کو اشاعت اسلام کے لئے ان کے ساتھ بھیجا۔ یہ ایک عالم مبلغ تھے اور ان کی کتاب تمہید المہندی حدیث کی ایک مستند کتاب ہے۔ محمود غزنوی نے متھرا اور اجمیر کے علاقے میں جہاں میو آباد تھے 1018ء اور 25-1024ء میں حملے کئے۔ راجہ وشال دیو اجمیر شکست کھا کر مسلمان ہو گیا اور ساتھ ہی میو بھی جو اس کے مددگار تھے مسلمان ہو گئے۔ راجہ وشال دیو 1000ء کے قریب حکمران تھا۔ یہ اغلب ہے کہ اس نے سید سالار مسعود غازی سے مقابلہ کرتے ہوئے شکست کھائی ہو اور محمود غزنوی نے اسے دوسری دفعہ شکست دی ہو۔ فرشتہ نے لکھا ہے۔

(25ء ہجری) محمود ملتان سے آگے بڑھا اور اس بیابان خونخوار کو طے کر کے اجمیر کے قلعہ میں پہنچا اور وہاں کا راجہ سر راہ سے ہٹ گیا تھا۔ سپاہ سلطان بر اسم قتل مشغول ہوئی۔

راجپوتانہ گزیٹر میں لکھا ہے کہ میو قوم 1052ء میں مسلمان ہوئی اور سپہ سالار مسعود غازی کے ذریعے اس قوم نے اسلام قبول کیا۔ کیونکہ سالار صاحب نے علاقہ میوات کو فتح کر لیا تھا۔ سالار مسعود غازی 1033ء میں بہرائچ میں جو اودھ میں تھا شہید کر دیئے گئے۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ میوات جیسے علاقے کو جو دشوار گذار تھا 1033ء سے پہلے فتح کر لیا گیا ہو۔

سید ضمیر الدین جو سید سالار مسعود غازی کے خلیفاؤں میں سے تھے پاٹودی ضلع گوڑگانوہ میں اشاعت اسلام کے لئے آ کر مقیم ہوئے۔

(592ھ) 1195ء میں سہاب الدین غوری نے تھنگر کے اس وقت بیانہ کے نام سے مشہور تھا فتح کیا۔ اس وقت یہاں جادون میو آباد تھے اور تقریباً تمام مسلمان ہو چکے تھے۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ افغانستان سے شہاب الدین غوری کے ساتھ تشریف لا کر اجمیر میں مقیم ہوئے۔

تاریخ فخر الدین مبارک شاہ میں لکھا ہے کہ قطب الدین ایبک نے اشاعت اسلام کا کام کیا۔ لیکن اس سلسلے میں میواتی قوم کا ذکر نہیں آتا۔ قطب الدین 1193ء میں دہلی کا بادشاہ بنا اور 1210ء میں مر گیا۔ ان حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ قوم پہلے ہی اسلام قبول کر چکی تھی۔

مسلمان بادشاہوں کی حکومت کا دارمدار ان کے سرداروں اور فوجوں پر ہوتا تھا۔ اس لئے ان کو بہت کم اشاعت اسلام کے سلسلے میں کام کرنے کا موقع ملا۔ یہ بادشاہ صرف اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے کام کرتے تھے۔

محمود غزنوی کا نظریہ "اسلام یا موت" تھا لیکن اس کی فوج میں ہندو بھی تھے اور ان کو غزنی میں اپنے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کی پوری آزادی تھی۔

علاؤالدین خلجی نے 1296ء میں ایسے قانون نافذ کئے جن کی وجہ سے بڑے بڑے ہندو زمیندار غربت کا شکار ہوں۔ یہ ایک سیاسی قدم تھا۔

1351ء میں فیروز شاہ تغلق نے حکم دیا کہ قرآن حکیم کے قانونوں

پر عمل کیا جاوے لیکن یہ کام آسان نہیں تھا کیونکہ ۔

(د) ایک بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی تھی جو پہلے ہندو تھے اور اس لئے ان کے رسم و رواج ہندوانہ تھے ۔

(ب) ہندوؤں کی ایک تعداد مسلمان ہو کر اپنی سماجی حالت کو سدھارنا چاہتی تھی ۔

(ج) ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد نے مذہب اسلام کی سادگی اور برابری کے درجہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا ۔ ہندو کاشتکاروں کی ایک تعداد اسلام شاہ پرانہ کے اثر سے مسلمان ہوئی کیونکہ دو سال کی خشک سالی کے بعد ان کی دعا سے بارش ہوئی ۔ لیکن ان لوگوں کے رسم و رواج ہندوانہ ہی رہے ۔

ان حالات کا جائزہ لے کر فیروز شاہ تغلق نے صاف الفاظ میں اعلان کرا دیا کہ اسلامی قوانین کی انفرادی تشریح تسلیم نہیں کی جائیگی اور علماء کو ابو حنیفہ اور آل شافعی کے نظریات کو ہی تسلیم کرنا چاہئے ۔

صوفیائے اکرام کے گروہ کو اشاعت اسلام کے سلسلے میں ہندوستان میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ۔

کبیر داس نے جو بنارس کے ایک مسلمان جولاہے کا لڑکا تھا اپنے خیالات کی بنا پر مسلمان اور برہمن مبلغوں کے راستے میں کچھ عرصے کے لئے رکاوٹ ڈال دی ۔ لیکن اس کے خیالات کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا ۔

ملک کے ان حالات سے ملک میوات بھی متاثر ہوتا رہا اور بزرگان دین یکے بعد دیگرے اس علاقہ میں آکر میو قوم کے لوگوں کو اسلام کے اصولوں سے باخبر کر کے ان کی قوت ایمانی کو مضبوط کرتے رہے ۔

شمس الدین التمش کے زمانے میں صوفی حمید الدین تشریف لائے اور ناگور (میوات) میں مقیم ہو کر اپنا کام کرتے رہے ۔ اجمیر میں جو اسی علاقہ سے ملتا جلتا ہے ۔ خواجہ معین الدین اجمیری افغانستان سے آکر اجمیر میں آباد ہو گئے ۔ آپ شہاب الدین غوری کے زمانے میں تشریف لائے اور قطب الدین ایبک کے بعد 1235 کے قریب انتقال فرما گئے ۔

خواجہ محمد موسیٰ شیخ حید رزہلی کے خلفاء میں سے تھے ۔ آپ دو میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی کے دامن میں آکر بمقام پلہ مقیم ہوئے آپ چودھویں صدی کے شروع میں پلہ ہی میں انتقال فرما گئے ۔ آپ کی اولاد بھی اسی علاقہ میں آباد رہی ۔

ان بزرگوں کے بعد شہاب خاں شہید علاقہ بیانہ میں آکر آباد ہو گئے آپ کا مزار پہاڑی (بھرتپور) کے علاقہ میں ہے ۔ آپ چودھویں صدی کے آخر میں انتقال فرما گئے ۔

بر مزار شہاب خاں شہید
می رسد صبح و شام خلقِ خدا

پندرھویں صدی میں شاہ نجم الحق سہنہ (گوڑگانوہ) میں تشریف لائے اور اسی جگہ انتقال فرما گئے ۔

سید جمال بہادر پوری بابر کے زمانے میں میوات میں آکر مقیم ہوئے
ان کے بعد خواجہ لال محمد کوٹ قاسم تشریف لائے،
پیر محمد وارث شیخ نظام نارنولی کے مرید تھے اور کھجوری شاہ
چوکھانز بنگوال علاقہ میوات میں آکر آباد ہوئے۔ آپ اکبر کے زمانے
سے پیشتر تشریف لائے۔ آپ کا مزار ایک پہاڑی پر واقع ہے شاہ
ولایت شاہ سہنہ بھی اسی زمانے کے قریب آئے۔

خاندان مغلیہ کے آخری دور میں چوہڑ سدھ میاں گلاب شاہ
ہتھن راج شاہ سوندھ نے تبلیغی کام کیا۔

یہ حالات تھے جن سے پتہ چلتا ہے کہ میو قوم نے کس طرح اور کن
حالات میں اسلام قبول کیا۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی بیسویں صدی کے
شروع تک ہندوانہ رسم ورواج اور طرز معاشرت کے پابند رہے
مولانا محمد الیاس کی دینی دعوت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس تحریک کے زمانے میں لوگوں کے طرز معاشرت میں تبدیلی آئی اور
لوگوں میں مذہبی رجحان بڑھ گیا۔ جہاں تک طرز معاشرت میں تبدیلی کا
تعلق ہے اس میں اختصاری پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہر تحریک
کی کامیابی کے لئے اصولوں کی پابندی ضروری ہے لیکن جوں جوں کام
بڑھتا گیا کارکنوں نے ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا۔ ابو الحسن ندوی صاحب
اپنی کتاب "دینی دعوت" صفحہ 147 پر لکھتے ہیں۔

"اس تحریک کی تاریخ میں ننزا یسے مقامات پیش آئے جب یہ

تحریک بظاہر اپنے بام ترقی پر پہنچکر اصول کی غیر پابندی کی وجہ سے
پھر نیچے گری۔

اس تحریک کے سلسلے میں میو کارکنوں کو ملک کے مختلف حصوں اور
بعض کو دوسرے ملکوں میں جانا پڑا جس کی وجہ سے ان کے نظریات میں تبدیلی
آئی۔ یہ تحریک میوات کے نام سے وابستہ ہے۔

میوات میں اس تحریک کے ابتدائی مرکز فیروز پور جھرکہ اور نوح
میں قائم ہوئے۔

فیروز پور جھرکہ میں 1824 میں موجودہ جامع مسجد تعمیر ہوئی۔
بیسویں صدی کے شروع میں مولانا محمد حسن فیروز پوری نے تبلیغ کا کام
کیا۔

اس وقت تبلیغی تحریک اور اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز مدرسہ
اسلامیہ عربیہ معین الاسلام۔ نوح ضلع گوڑگانوہ سے یہ درسگاہ
4431ھ یعنی 3291ء کے قریب قائم ہوئی۔ مولانا نیاز محمد صاحب
نے اس مدرسے میں تقریباً اٹھارہ سال کام کیا۔

عربی کی علمی لیاقت کے لحاظ سے اس علاقہ میں مولانا حاجی نیاز محمد
صاحب اور مولانا عبد المنان صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں
حضرات کا نام ملک کے ادبی اور مذہبی حلقوں میں نہایت احترام سے لیا
جاتا ہے۔ مولانا نیاز محمد صاحب کی کوششوں کی وجہ سے درگاہ خواجہ
محمد موسیٰ میں ایک مکتب جاری ہے جہاں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپنے

نوح میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔
کامیٹرھ۔ نگینہ۔ بھادس۔ گھاسہڑہ میں بھی مذہبی تعلیم کے مرکز
ہیں۔ ان مدارس میں عربی اور فارسی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد علاقہ میوات کے میو علماء کی ایک جماعت
نے دہلی جاکر وہاں اکثر مساجد آباد کیں اور اب ان مساجد میں درس و
تدریس کا کام کر رہے ہیں اور اس طریقے سے علماء ہند کے ساتھ میوات
کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا ہے۔

میو قوم کے حالات خاندان غلامان سے لے کر بابر کے عہد حکومت تک

اس دور میں میو قوم کے متعلق امپریل
گزیٹرز میں لکھا ہے:-

1. Throughout the period of Mohammadan rule the Meos were the Ishmaelites of their own country and of the upper Doab, though harried again and again by the Kings of Delhi from Nasiruddin Mahmud (1259) to Babar (1527)......

Vol XVII p. 312.

2. The MEOS loved independence much more than any body else. Throughout the medival period of our History they have played the part of a refractory people and never recognised the authority of Delhi Kings in MEWAT." (ibid).

۱۔ میو (قوم) مسلمانوں کے دورِ حکومت میں اپنے ملک (میوات) اور اپر دواب کے مالک تھے۔ ان پر ناصر الدین محمود (1259) سے لے کر بابر (1527) کے زمانے تک مرعوب کرنے اور دہشت دلانے کے لئے بار بار حملے کئے گئے۔ (امپیریل گزیٹرز جلد 17 ص 312)

2:۔ میو ملک کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ آزادی کے دلدادہ ہیں۔ ہماری تاریخ کے درمیانی دور میں اس قوم کو قابو میں رکھنے کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور انھوں نے شاہان دہلی کی حکومت کو میوات میں بالکل تسلیم نہیں کیا۔ (ایضاً)

میو قوم کے متعلق انگریز مؤرخین کے یہ تأثرات جو تاریخی شواہد اور تحقیقات پر مبنی ہیں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

میو قوم نے شاہان دہلی اور انگریزی حکومت کی مخالفت کی۔ تاہم انگریز مؤرخ اس بات سے متاثر نہیں ہوئے۔ البتہ مسلمان مؤرخوں نے اس قوم کے تفصیلی حالات لکھنے سے گریز کیا ہے۔

اس قوم نے ہمیشہ آزادی پسند جماعتوں کی مدد کی اور اسی جذبہ کے ماتحت مسلمان ہوتے ہوئے بابر کے خلاف رانا سانگا کی مدد کی۔

میو اپر دواب کے مالک تھے۔ یہ حالات ضلع ایٹہ۔ بلند شہر۔ علی گڑھ اور بندیل کھنڈ کے بیان کے سلسلے میں پہلے آ چکے ہیں۔

قطب الدین ایبک سے میو قوم کی لڑائیاں بیانہ، اجمیر اور اپر دواب میں ہوئیں۔ اس کی حکومت کا زمانہ 1193 اور 1210 کے درمیان آتا ہے، اس مختصر عرصہ میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کا اثر اس قوم پر نہیں ہوا کیونکہ جب وہ راجہ اجمیر کی مدد کے لئے گیا تو میو قوم نے اس کی مخالفت کی اور وہ شکست کھا کر قلعہ اجمیر میں پناہ گزین ہوا۔ اور غزنی سے مدد آنے پر رہائی پائی۔

1256 میں کلغ خاں نے میوات میں آ کر پناہ لی۔ اس لئے اس علاقہ پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔

ناصر الدین محمود نے خان اعظم الغخان کو میو قوم کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ میو قوم کی ایک بڑی تعداد قتل ہوگئی اور

کئی ماہ تک لڑائی کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہ واقعات 1260ء میں پیش آئے۔

ناصرالدین محمود کے ظلم و تشدد سے میو قوم میں غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور دہلی پر شبخون مارنے شروع کر دیئے۔

طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ غیاث الدین بلبن نے ایک لاکھ میواتی قتل کرائے۔ مسٹر ایبٹ لکھتے ہیں کہ تاریخ میں اس قسم کے قتل عام کی مثالیں نہیں ملتی ہیں۔

غیاث الدین بلبن نے میوات کے دارالخلافہ سلمور ‏"SALMUR" (الور) پر حملہ کیا۔ باغی میو لیڈر (MALKAH) جو غالباً ملخاں ہو سکتا ہے گرفتار کر کے دہلی لایا گیا اور دوسرے باغیوں کے ساتھ خوص رانی تزدید الول گیٹ قتل کر دیا گیا۔ اس علاقہ پر مسلمان بادشاہوں کا یہ پہلا حملہ تھا۔

فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق دہلی کے گرد و نواح میں سو میل کا رقبہ ڈاکو اور لٹیروں کا گھر تھا۔ اس دائرے میں میوات کا علاقہ بھی آتا تھا۔ اس لئے فیروز پور جھرکہ میں ایک چھاؤنی ڈالی گئی۔ اس جگہ اب میو قوم کا گاؤں ڈھونڈ آباد ہے۔ اس گاؤں کے گرد و نواح میں پرانی چھاؤنی کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

الور گزیٹر میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کی وفات یعنی 1388ء کے بعد بہادر ناہر ایک میواتی شخص ملتا ہے جس کا ہندوانی نام سانبر پال

تھا۔ اس کا قلعہ کوٹلہ تجارہ کی پہاڑیوں میں تھا۔

بہادر ناہر نے فیروز شاہ تغلق کے پوتے ابوبکر کی بہت مدد کی۔ اس نے فیروز شاہ تغلق کے دو سفید طوطے تیمور کی خدمت میں پیش کئے اور وہ بہت خوش ہوا۔ یہ طوطے تقریباً 75 سال پرانے تھے۔

1393ء میں محمد بن فیروز تغلق نے کوٹلہ پر حملہ کیا۔ اس نے جھیل کے کنارے خیمے لگائے اور بہادر ناہر بھاگ کر فیروز پور جھرکہ چلا گیا۔

بہادر ناہر میواتی نے تقریباً تیس سال حکومت کے کاموں میں حصہ لیا۔ اور چونکہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اس لئے اس کے سسر نے اسے قتل کرا دیا۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ بہادر ناہر اور احمد خاں میواتی دوسرے میو راجاؤں اور سرداروں کے ساتھ دہلی کہنہ پر قابض رہے اور دہلی کے گرد و نواح میں لوٹ مار کی۔

سہنہ کی بارہ کھمبہ مسجد 1381ء میں اسی خاندان کے زمانے میں بنائی گئی۔

خاندان سادات کے زمانے میں 1413ء سے لے کر 1448ء تک بار بار حملے ہوتے رہے اور مالگذاری کی وصولی کے لئے ہر سال ایک مہم بھیجنی پڑتی تھی۔ 1413ء خضر خاں میوات سے گذرا۔ 1421ء میں کوٹلہ فتح کیا۔ 1428ء میں دوبارہ حملہ کیا۔

844ھ میں امرائے میوات نے متواتر عرضیاں دہلی کی سلطنت کے لئے محمود خلجی کے پاس بھیجیں۔ کیونکہ مبارک شاہ سلطنت

کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔

محمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں سخت ابتری تھی۔

1447 میں علاؤ الدین کے زمانے میں احمد خاں میواتی اور دوسرے میو سردار مہرولی سے لے کر لاڈو سرائے تک قابض تھے۔

1450ء میں بہلول لودھی نے میوات پر حملہ کیا اور سات پرگنے جن میں تجارہ بھی تھا اس کے قبضے سے نکال کر تاتار خاں کو دیدیئے اور اسے اس علاقے کا حکمراں بنا دیا۔ یہ علاقہ جات سکندر لودھی نے اپنے بھائی علاؤ الدین عالم شاہ کو دیدیئے۔ اور بابر کے حملے تک اس کے قبضے میں رہے چونکہ سلطان بابر کا مددگار تھا۔ اس لئے بابر نے رانا سانگا کی شکست کے بعد الور کا علاقہ سلطان کو دیدیا۔ اور تجارہ تردی بیگ خاں کو دیدیا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ احمد خاں کے پاس کوئی جاگیر نہیں تھی۔

سکندر لودھی کے زمانے میں عالم خاں حاکم میوات اور خواص خاں حاکم دہلی تھا۔ بادشاہ زیادہ تر اپنا وقت آگرہ میں گزارتا تھا۔ اس زمانے میں آگرہ صوبہ بیانہ میں شامل تھا۔

فتح پور سیکری کی لڑائی 1527 میں کاماں اور اس کے گرد و نواح میں لڑائی گئی۔ یہ میوات کا علاقہ تھا۔ اس لڑائی میں دس ہزار میواتی سواروں نے شرکت کی۔ بابر کو فتح نصیب ہوئی حسن خاں میواتی بعد میں مارا گیا۔

بابر نے میوات کے علاقے کو دہلی و آگرہ سے ملا ہوا ہونے کی وجہ سے بہت اہم خیال کیا۔ میوات کے انتظام کی درستگی کے لئے فوراً الور۔ فیروزپور جھرکہ اور کوٹلہ گیا، اور حالت پہلے سے بہتر بنا دی۔

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ میو قوم نے شاہان دہلی کی حکومت کو میوات میں تسلیم نہیں کیا۔ اس سلسلے میں چند تاریخی اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

592ھ میں سلطان شہاب الدین غوری (معز الدین) نے قلعہ تھنگر یعنی بیانہ فتح کیا۔ قطب الدین ساتھ تھا حکومت اس علاقے کی اپنے ایک غلام ترک بہاؤ الدین طغرل خاں کے سپرد کی۔ قطب الدین ایبک سلطان کے جانے کے بعد دہلی میں مقیم ہوا۔ خبر پہنچی کہ راجہائے نہراں یعنی راجپوتاں راجہ نہروالا سے موافقت کرکے چاہتے ہیں کہ اجمیر مسلمانوں کے تصرف سے برآوردہ کریں۔ لڑائی میں قطب الدین کا مقابلہ میوات کی پہاڑی اقوام سے ہوا۔ یہ اقوام اجمیر کے چاروں طرف آباد تھیں۔ لڑائی میں قطب الدین کو شکست ہوئی اور گھوڑے پر سوار کرکے اجمیر لے گئے۔ غزنی سے مدد آنے پر مخالفین کو شکست ہوئی۔ (فرشتہ ص 96۔ ذکاء اللہ)

سلطان ناصر الدین محمود نے خان اعظم الغخان کو رنتھمبور اور کوہ پایہ میوات پر متعین کیا۔ وہ اس حدود کے متمردوں کو گوشمالی دے کر غنائم بسیار درگاہ آیا۔ (فرشتہ۔ ص۔ 225)

خان اعظم الغخان سلطان کے حکم کے موافق کوہ پایہ اور سوالک

اور رنتھمبور (میوات) کی طرف فوج کشی ہوا۔ اور راجہائے راجپوت
اور میوات اور سوالک کہ اس عرصہ میں سرکشی کی بنیاد رکھ کر سوار اور
پیادہ کثرت سے جمع کر کے جاہائے سخت اور دشوار گذار میں دار دہائے
الغخاں نے آگ قہر و غضب ان کے مزاج میں ڈال کر کوئی دقیقہ
خرابی سے نہ چھوڑا۔ اور ان موروں کو قرڑ گئے ہیں جہاں انھوں نے کمینگاہ
مقرر کی تھی داخل ہوا۔ اور تین چار مہینے اوقات ان کی جنگ میں صرف
کی۔ جو کفار ایسے مقاموں میں جا چھپے تھے کہ سواران لشکر اسلام کا
گذر محال تھا اس واسطے خان اعظم الغخاں نے اپنے اردو میں منادی
فرمائی کہ جو شخص مردم مخالف کو زندہ اسیر کر کے لائیگا دو تنکہ نقرہ انعام
پائے گا اور جو مقتول مردہ کا سر کاٹ کر لائے گا ایک تنکہ نقرہ انعام پائیگا
پھر تو مردمان اردو ہر روز تین چار سو آدمی ان میں سے الغخاں کی بارگاہ
میں زندہ اور مردہ نظر سے گذرانتے تھے اور زر انعام لے کر اپنے کام میں
مصروف ہوتے تھے"
(فرشتہ ص: 112)

میوات کے راجاؤں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اپنی پوشیدہ جگہوں
سے باہر آئے اور فوج آراستہ کی۔ سخت لڑائی ہوئی اور الغخاں کو فتح
حاصل ہوئی۔ دو سو پچاس سردار کفار اور منصب داروں کو زندہ
گرفتار کر لیا گیا۔ سلطان ناصر الدین محمود نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیدیا
(فرشتہ)

غیاث الدین بلبن جو شروع میں پرگنہ ہانسی اور ریواڑی کا جاگیردار

تھا۔ اس نے میوات کے کفار کو جو سرکش تھے اور راتوں کو دہلی پر تاخت
لا کر بڑی خرابیاں کرتے تھے زیر کیا اور اس سبب سے آوازہ اس کی شجاعت
اور مردانگی کا منتشر کیا (فرشتہ ص 114)

فرزندان شمس الدین التمش کے عہد میں میوات کی ایک جماعت نے
جنگلہائے انبوہ کے سبب ہاتھ غارت اور تاراج میں دراز کر کے رہزنی
اور ڈکیتی اختیار کی اور رات کو شہر دہلی کے اندر سیند لگا کر مال رعایا کا
لے جاتے تھے اور حوالی شہر کے مکانات بھی قہر اور غلبہ سے غارت کرتے تھے۔
سوداگران کو مجال تردد نہ تھی اور بارہا حوض شمسی کے سقوں اور کنیزان
آبکش کو مزاحمت پہنچاتے تھے اور شہر کے لوگ دروازے ان کے
خوف سے عصر کے وقت بند کرتے تھے اور کسی کو عصر کی نماز کے بعد
زیارت بزرگوں کے مقابر کی میسر نہ ہوتی تھی۔ اس واسطے سلطان
نے ان کا دفع کرنا اور کاموں پر مقدم کیا۔ چنانچہ جلوس کے آخیر سال
میں اس طرف عنان عزیمت معطوف فرمائی اور ایک لاکھ مردم سے
بدمعاشوں کو حلف تیغ خون آشام کر کے بازار سیاست گرم کیا اور جنگلوں
کو قطع اور صاف کر کے حکم زراعت اور کاشتکاری کا نافذ فرمایا۔ اور
چند مقامات پر تھانے بٹھائے اور سرداران بزرگ اور حکام خدا
ترس مقرر کر کے بسعادت اقبال معاودت فرمائی۔ (فرشتہ ص 118)

فیروز شاہ تغلق نے میوات کے انتظام کے لئے فیروز جھرکہ میں
ایک چھاؤنی ڈالی جس کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں (گزیٹیر)

فیروز شاہ تغلق نے شاہزادہ محمد خاں سے کہا کہ وہ خانجہاں کو قتل کر کے ظفر خاں کو آزاد کرائے۔ خانجہاں زخمی ہو کر اور ظفر خاں کو قتل کر کے میوات کی طرف راہی ہوا۔" (فرشتہ 214)

ابوبکر شاہ جب مطلع ہوا کہ اکثر لشکر والے مخالف ہوئے ہیں اور سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے اپنی جگہ سے حرکت کی ہے ناچار ایک جماعت لے کر بہادر ناہر کے میوات کی طرف گیا۔" فرشتہ۔ ص۔ 219

"ابوبکر شاہ باتفاق بہادر ناہر اور خانہ زادان فیروز شاہی کے ہمایوں خاں کی بے خبری میں ارزہ پر تاخت لایا اور بندرہ آدمیوں کو مجروح کیا۔ شاہزادہ پائے ثبات استوار کر کے جنگ میں مشغول ہوا۔ اور اسلام خاں بھی ایک مستقل کر کے کمک کو پہنچا اور ابوبکر نے کچھ کام نہ کیا قلعہ کوٹلہ کی طرف پلٹ آیا اور ناصر الدین محمد شاہ یہ خبر سنتے ہی بکوچ متواترہ میوات کی طرف گیا۔ ابوبکر شاہ اور بہادر ناہر نے چارہ امان کے سوا نہ دیکھا میں ملازمت کی۔

ناصر الدین محمد شاہ نے بہادر ناہر کو رخصت انصراف دی اور ابوبکر شاہ کو لے کر منزل کھندی میں لایا اور وہاں سے جدا کر کے میرٹھ میں بھیجا۔" (فرشتہ 220 ص)

(ناصر الدین محمد شاہ) بادشاہ میوات کی سمت جا کر اس ولایت پر تاخت لایا اور وہاں سے محمد آباد اور جالیسا میں آ کر بیمار رہا، اور جب سنا کہ بہادر ناہر عصیان اور طغیان پر کمر کس کر بعضے مواضع

دہلی کے غارت کرتا ہے۔ بادشاہ باوجود مرض اور ضعف کے میوات کی طرف متوجہ ہوا۔ جب کوٹلہ میں پہنچا اور ناہر نے مقابل ہو کر صف آراستہ کی اور شکست کھا کر کوٹلہ میں آیا اور جو ٹھہرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا وہاں سے بھاگ کر جھجر میں پوشیدہ ہوا۔ (فرشتہ۔ ص۔ 221)

نصرت خاں۔ بن فتح خاں بن فیروز شاہ کو کہ ولایت میوات میں رہتا تھا طلب کر کے بادشاہ بنایا۔ امرائے فیروز آباد نے از سرے نو نصرت شاہ سے بیعت کی۔ دہلی اور فیروز آباد میں دو بادشاہ قائم ہوئے۔ ملو خاں المخاطب باقبال خاں جو کہ قلعہ سیری کو نصرت میں رکھتا تھا اور بہادر ناہر جو دہلی کہنہ میں تھا کسی طرف نگر دیدہ ہوئے۔ تشخیص معاملہ کے منتظر تھے۔" (فرشتہ ص۔ 23-222)

"ناصر الدین محمود شاہ ساتھ مقرب الملک مقرب خاں اور بہادر ناہر دہلی کہنہ میں رہا۔ (فرشتہ۔ ص۔ 223)

1391ء میں بہادر ناہر نے میو سرداروں کے ساتھ مل کر دہلی کے دروازہ اور مہرولی تک لوٹ مار کی۔ 1392ء میں ناصر الدین محمود شاہ مر گیا اور دہلی کی حکومت کے کئی دعویدار بن گئے۔ بہادر ناہر اور ملو خاں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔

تغلق خاندان کے بادشاہوں کے سلسلے میں بہادر ناہر میواتی کا ذکر آتا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہادر ناہر میواتی کے حالات بیان کئے جائیں۔

بہادر ناہر سرہٹہ نزد تجارہ کا رہنے والا تھا اور جا مو د اس میں اس کی سسرال تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک معمولی زمین دار کا لڑکا تھا اور اس کے پاس کوئی جاگیر نہیں تھی۔ اے کنگھم نے لکھا ہے کہ بہادر ناہر میو قوم کے خوف اور اپنی جاگیر واقع سرہٹہ کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے سسر نے اسے اس بنا پر قتل کرا دیا کہ اس نے اسلام کیوں قبول کیا۔

الور گزیٹر میں لکھا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کی وفات یعنی 1388ء کے بعد بہادر میواتی ملتا ہے جس کا ہندوانی نام سانبر پال تھا۔ اس کا قلعہ کوٹلہ تجارہ کی پہاڑیوں میں تھا۔

مولانا اکبر شاہ نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں شہر حصار فیروزہ کی تعمیر کا کام شروع ہو رہا تھا۔ ایک وقت سلطان فیروز شاہ تغلق شیر کے شکار کے لئے گیا۔ جو لوگ اس شکار میں ساتھ تھے ان میں سانبر پال بھی تھا۔ سلطان نے شیر کو تیر کا نشانہ بنایا اتفاقاً کارگر زخم نہ لگا۔ شیر سلطان کی طرف جھپٹا۔ لیکن عین اسی حالت میں سانبر پال نے بڑھ کر شیر کے تیر مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

بادشاہ نے خوش ہو کر اس کو بہادر ناہر کا خطاب دیا اور کچھ دنوں بعد اس کو اسلام میں داخل فرما لیا۔ اور میوات میں ایک جاگیر عطا کی جو موجودہ تحصیل نوح میں تھی۔ یہ جاگیر کوٹلہ کے نام سے تھی۔ کوٹلہ نوح سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر مالب کے نزدیک پہاڑ کے دامن

میں واقع ہے۔

بہادر ناہر نے فیروز شاہ تغلق کے پوتے ابوبکر کی بڑی مدد کی۔ کیونکہ وہ اپنے چچا ناصر الدین محمد شاہ کو نکال کر تخت نشین ہونا چاہتا تھا۔ لیکن چند ماہ بعد ابوبکر اپنے چچا سے مغلوب ہو گیا اور بہادر ناہر کے پاس آکر قلعہ کوٹلہ میں پناہ گزین ہوا۔ لڑائی میں بہادر ناہر میواتی اور ابوبکر دونوں پسپا ہوئے۔

ابوبکر میرٹھ کے قلعہ میں قید کر دیا گیا جہاں وہ مر گیا لیکن بہادر ناہر برابر مخالفت کرتا رہا۔

بہادر ناہر نے جو سفید طوطے تیمور کو پیش کئے وہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے تھے اور غالباً 75 سال پرانے تھے۔ دوسرے دن بہادر ناہر اپنے لڑکے کلناش کو لے کر تیمور کے پاس گیا۔ اس کے بعد کوئی ذکر نہیں ملتا ہے غالباً وہ مر گیا۔

بہادر ناہر نے 1398ء میں فیروز آباد پر قبضہ کر لیا۔ محمد شاہ سے لڑائی ہوئی ابوبکر اور بہادر ناہر دونوں کو شکست ہوئی۔ محمد شاہ کی وفات کے بعد اس کا لڑکا محمود شاہ جانشین ہوا۔ بہادر ناہر نے محمد شاہ کی طرف سے دہلی پر قبضہ کر لیا۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر ناہر ایک بہادر اور نڈر نوجوان تھا۔ اسے شاہان دہلی کی مخالفت کرنے کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ وہ میو قوم کے تعاون سے بغاوتیں کرتا رہا اور میو قوم کے سردار اس کے ساتھ

ہوتے تھے۔

1421 میں خضر خاں نے میوات کی طرف چڑھائی کی۔ چنانچہ بعضے میواتیوں نے ان کی ملازمت کی اور بعضے کوٹلہ بہادر ناہر میں متحصن ہوئے اور خضر خاں نے قلعہ کوٹلہ ناہر کو لے کر ویران کیا۔"

(فرشتہ ص۔ 235)

اسی دوران میں تیمور کا حملہ ہوا۔ دہلی کو لوٹ کر وہ فیروز آباد کی طرف گیا۔ وہاں بہادر ناہر نے دو سفید طوطے جن کو کاکاتوا کہتے ہیں برسم میوات تحفہ میوات بھیجکر اظہار اخلاص کیا اور سید شمس الدین ترمذی صاحبقران کی طرف سے جاکر بہادر ناہر کو ملازمت میں لایا۔ اور خضر خاں نے جو میوات کے پہاڑوں میں پوشیدہ تھا درگاہ میں آکر نوازش پائی۔

(فرشتہ۔ ص: 228)

1424 میں سید مبارک شاہ نے میوات پر چڑھائی کی۔ میواتی نجارہ کی پہاڑیوں میں پناہ لینے چلے گئے۔ ایک سال بعد بادشاہ نے پھر چڑھائی کی اس دفعہ بھی میواتیوں نے اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا اور اپنے علاقے کو اجاڑ کر اندور چلے گئے جو کوٹلہ سے تقریباً دس میل ہے۔ کچھ عرصہ مقابلہ کرکے وہاں سے بھی نکل گئے اور الور کی پہاڑیوں میں جا چھپے جہاں جم کر مقابلہ کیا مگر آخر کار مغلوب ہو گئے۔

بادشاہ نے 1428 میں میوات پر چڑھائی کی اس وقت تمام ملک میں قحط پڑا ہوا تھا اس لئے فوج نے کوچ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت غلہ اور

گھاس کی بہت کمی تھی اور جس جگہ بادشاہ کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی اچھی جگہ نہ تھی اس وجہ سے دہلی واپس چلا گیا۔

تاریخ فرشتہ میں یہ واقعات اس طرح درج ہیں:۔

828ھ سلطان نے آب گنگ سے عبور کرکے متمردوں کو پامال کیا اور پھر دہلی میں آیا اور اس حال میں میواتیوں کے طغیان کی خبر پہنچی۔ سلطان نے اس طرف نہضت فرمائی اور رہا تھ نہب اور غارت میں دراز کیا اور میواتی اپنی ولایت خالی کرکے کوہ جہر میں در آئے اور سلطان عسرت غلہ اور نایابی علف اور قلت جگہ کے سبب سے مراجعت کرکے دہلی میں آیا اور امراء کو جاگیروں کی طرف رخصت دے کر عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ اور 829ھ میں پھر میوات کی طرف گیا اور ولایت میوات کو تاراج کیا۔ جب قحط برپا ہوا معاودت فرمائی اور پھر چار مہینے کے بعد میوات کی طرف گرم عنان ہوا۔ اور وہاں کے متمردوں اور سرکشوں کو سزا دے کر بیانہ کی سمت گیا۔

(فرشتہ ص:۔ 238)

تقریباً دو سال بعد پھر بیانہ اور میوات کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک سردار الملک وزیر کو انتظام ولایت کے واسطے میوات میں بھیجا۔ آدمی اس ولایت کے مواضع اپنے خالی اور ویران کرکے پہاڑ میں در آئے (832ھ) اگلے سال سلطان مبارک شاہ میوات کی طرف جاکر مہندواری کی طرف آیا (قلعہ اندور کا نام تھا)۔ اور جب تمام میواتی

عاجز ہوئے مالگزاری قبول کی۔"

(فرشتہ: ص: 239)

سلطان علاؤالدین کے زمانے میں مہرولی سے لاڈو سرائے تک جو شہر دہلی سے متصل ہے احمد خاں میواتی متصرف ہوا اور بیانہ کو داؤد خاں اوحدی تصرف میں لایا۔ شہر دہلی مع چند مواضع کے بادشاہ کے قبض و دخل میں رہے۔ (فرشتہ۔ ص۔ 247)

1450 میں بہلول لودھی تخت نشین ہوا۔ اور ضبط ولایت کے واسطے دورہ کا ارادہ کیا۔ اول میوات کی سمت روانہ ہوا۔ احمد خاں میواتی نے استقبال کرکے حلقۂ اطاعت اپنے زیب گوش کیا۔ بادشاہ نے سات پرگنہ جات اس کے تصرف سے برآوردہ کرکے باقی اسے ارزانی فرمائے۔ (فرشتہ۔ ص: 252)

احمد خاں میواتی بہلول لودھی سے ناراض ہو کر سلطان حسین شرقی کے مددگاروں میں شامل ہو گیا جو اٹاوہ کا حکمراں تھا۔

سکندر لودھی کے زمانے میں عالم خاں حاکم میوات اور خواص خاں حاکم دہلی تھا۔ بادشاہ نے اپنا زیادہ وقت دھولپور کی تسخیر میں صرف کیا اور اس لئے زیادہ تر آگرہ میں رہتا تھا۔

911ھ بروز یکشنبہ صفر کی تیسری تاریخ کو آگرہ میں زلزلۂ عظیم آیا حتیٰ کہ پہاڑ لرزہ میں آئے اور عمارتیں گر پڑیں۔ اس دن زلزلہ اکثر بلاد ہند آیا تھا۔ (فرشتہ-263-264)

میو قوم بابر کے عہد حکومت میں

1526 میں ہندوستان کے اندر ایک نئی طاقت ظاہر ہوئی۔ بابر نے پانی پت کی لڑائی جیتنے کے بعد دہلی پر قبضہ کر لیا اور خاندان مغلیہ کی بنیاد رکھدی۔ یہ خیال کہ بابر تیمور کی طرح بہت جلد ملک چھوڑ کر چلا جائیگا غلط ثابت ہوا، اور برسر اقتدار لوگوں نے بابر سے ملاقاتیں شروع کر دیں۔ علی خاں قرملی جو اس وقت حاکم میوات تھا اپنے لڑکے کی رہائی کے لئے بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کا لڑکا رہا کر دیا گیا۔

رانا سانگا، حسن خاں میواتی، سنگرام سا میواتی اور دوسرے میو سرداروں نے بابر کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ تمام راجہ میوات اور اس سے ملے ہوئے علاقے پر قابض تھے۔ اس لئے بابر کے لئے ایک اور فیصلہ کن لڑائی کا لڑنا ضروری ہو گیا۔ حسن خاں کا لڑکا ناہر خاں بابر کی قید میں تھا۔ اس لئے اس کا خیال تھا کہ حسن خاں اس دباؤ میں آکر اس کی مدد کرے گا لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ حالانکہ بابر نے فتحپور سیکری کی لڑائی سے پہلے لڑکے کو آزاد کر دیا تھا۔

اس زمانے میں نظام خاں حاکم بیانہ تھا۔ اس نے قلعہ بیانہ مغل افواج کے حوالے کر دیا جس کی وجہ سے بابر کو اس علاقے میں لڑائی لڑنے کے لئے جگہ مل گئی۔

فتح پور سیکری کی لڑائی کانواں کے نزدیک علاقہ بیانہ میں ہوئی اور اس تمام علاقہ پر میو قوم قابض تھی اور اسی وجہ کی بنا پر لڑائی سے پہلے بابر نے میوات کے علاقے میں شیخ جمالی اور ملا ترک علی کو بھیجا کہ مواضعات میوات تاخت و تاراج کریں۔

ان واقعات کے سلسلے میں چند تاریخی اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

رانا سانگا کی حکایت یہ ہے کہ بزرگ ترین راجہائے ہند ہے اور میوات ولایت اس کی ہے۔ حسن خاں میواتی دس ہزار سوار سے مددگار اس کا ہو کر بقصد جنگ آگرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ فرشتہ "سنگرام سا میوات حسن خاں سے فیروز پور جھرکہ کے نزدیک مل کر بابر سے لڑنے کے لئے گیا۔"

(اے۔ کننگھم)

مسٹر الفنسٹن نے تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے "میوات کے راجہ حسن خاں کی رفاقت حاصل کرنے کے لئے فریقین نے بڑی کوششیں کیں۔ حسن خاں کا لڑکا بابر کے پاس تھا۔ بابر نے لڑکے کو اس نظریئے سے اس کے باپ کے بھیج دیا کہ وہ اس کا حامی بن کر دل سے مدد کرے گا۔ مگر بابر کی جوانمردی سے وہ مطلب حاصل نہیں ہوا۔ جو وہ چاہتا تھا۔ اپنے لڑکے

کی طرف سے بے فکر ہو کر حسن خاں نے رانا سانگا کا ساتھ دیا۔

اصل حالات یہ تھے کہ حسن خاں کو میو قوم کی مدد حاصل تھی اور وہ کوئی قدم میو قوم کے سرداروں کی مرضی کے خلاف نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یہ خیال کہ وہ راجہ تھا اس لئے جو فیصلہ چاہے کر سکتا تھا غلط تھا میوات کے محل وقوع اور اس میں قوم میو کی آبادی کی وجہ سے اس علاقہ کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ شاہان دہلی سے تعاون کرنا میو قوم کیلئے ناممکن تھا۔ چنانچہ بابر خود لکھتا ہے:۔

حسن خاں کے علاقے کی موجودگی نے جو کہ دہلی سے متصل تھا میری مخالفت کو بہت زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے بروز 21 جمادی الاول 933ھ کو شیخ جمالی کو بھیجا کہ وہ دوآب اور دہلی کے تیر کش بندوں میں سے جس قدر آدمی جمع کر سکے ہمراہ لے کر مواضعات میوات تاخت و تاراج کرے اور جب تک اس طرف کوئی خدشہ باقی رہے لوٹ مار سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ ملا ترک علی بھی اسی وقت کابل سے آیا تھا اس کو بھی فرمان بھیجا کہ وہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہو کر بہت جلد میوات کو ویران کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

بابر نے یہ قدم لڑائی سے پہلے اپنی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے لیا اور فوجی نقطۂ نظر سے یہ قدم اٹھانا نہایت ضروری تھا۔ بابر کی اس ترکیب کی وجہ سے میو قوم کی طاقت منتشر ہو گئی لیکن ان حالات کے باوجود دس ہزار سوار میواتیوں نے بابر کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔

فتحپور سیکری کی لڑائی 15 مارچ 1527ء کو کانواں علاقہ بیانہ کے مقام پر جو فتحپور سیکری سے 8 میل کے فاصلے پر ہے۔ بابر اور رانا سانگا کی فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بابر کی اس فوج کو نقصان پہنچا کر اندرون قلعہ بھگا دیا جو اس جگہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے پڑی تھی اور ان سب لوگوں کی راہیں مسدود کر دیں۔ اس کے بعد بابر نے دشمن کی دیکھ بھال کے لئے فوج روانہ کی اور پیچھے سے خود بھی اپنی تمام فوج کو لے کر چلا اور فتحپور سیکری میں داخل ہوا جو آگرہ سے بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں بابر نے اپنے آپ کو حسن خاں وغیرہ کی فوج کے قریب پایا جس نے بابر کی فوج کے اگلے حصے پر تڑت پھڑت حملہ کیا جس سے بابر کو شکست ہوئی یہ واقعہ (29-28 فروری 1527ء کا ہے) اس شکست سے بابر کی فوج کے دل مر گئے اگر رانا سانگا اور اس کے مددگار دھاوا کر دیتے تو وہ آسانی سے مکمل فتح حاصل کر لیتے۔ مگر یہ لوگ، اپنی ابتدائی کامیابی کے بعد اپنی لشکر گاہ کو چلے گئے اور بابر کو جگہ پکڑنے اور لشکر کو مضبوط بنانے کے لئے اتنی بڑی فرصت ہاتھ آگئی کہ اس کے بعد ان کو حملہ کرنا دشوار ہو گیا۔

15 مارچ 1527ء کو صبح سے عصر کے وقت تک خوں ریز جنگ ہوتی رہی۔ رانا سانگا اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ رانا سانگا میدان سے جان بچا کر بھاگا۔

فرشتہ نے لکھا ہے: "حسن خاں میواتی کہ قریب دو سو برس سے اس کے باپ دادا نے باستقلال تمام حکومت کی تھی بندوق کی ضرب سے

مارا گیا اور رانا سانگا بہزار ذلت و خواری معرکہ سے بھاگا۔

(ص: 299.300)

بابر بادشاہ نے اس فتح کے بعد فوراً میوات کے انتظام کی درستگی کے لئے دھیان دیا۔ چنانچہ تزک بابری میں لکھتا ہے:۔

فتحپور سیکری کی فتح کے بعد میں نے ہندوؤں کا ملک چھوڑ کر سب سے پہلے میوات کا نظم و نسق ضروری سمجھا۔ اسی لئے میں نے وہاں سے چل کر اور متواتر چار پانچ کوچ کر کے الور پہنچا۔ یہ علاقہ میواتیوں کا دار القرار تھا حسین تیمور سلطان کو تجارہ کا حاکم مقرر کیا۔ الور شہر میں ایک شب مقام کیا غرض میں نے میوات کا انتظام پہلے سے اچھا کر دیا اور الور کے پاس سے ممالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایوں کو روانہ کیا۔"

میں گھوڑے پر سوار ہو کر چلا تاکہ ہمایوں کو رخصت کر کے اس علاقہ کو دیکھوں۔ جس دن میں نے فیروز پور جھرکہ اور چشمہ دیکھا۔ میں نے ایک معجون کھائی تھی۔ پہاڑ کے درمیان پانی بہہ رہا تھا اور کنیر کے پھول بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑ کی وادی میں جہاں ندی پھیل جاتی ہے میں نے 10×10 فٹ کا ایک تالاب بنانے کا حکم دیا اس دن پہاڑ میں ہی قیام کیا۔" اے۔ کنگھم نے لکھا ہے کہ ایک بیس مربع فٹ کا تالاب اب تک موجود ہے۔ دوسرے دن بابر جھیل کوٹلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

"جھیل کوٹلہ کے ایک طرف پہاڑ ہے۔ دریائے میوانی (غالباً لنڈوہا) اس میں گرتا ہے۔ جھیل کے وسط میں ایک اونچی جگہ ہے

جس کے چاروں طرف کشتیاں تیرتی رہتی ہیں۔ خطرہ کی صورت میں لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر محفوظ جگہوں میں چلے جاتے ہیں۔ جب میں اس جگہ پہنچا۔ تو چند آدمی کشتیوں میں بیٹھ کر جھیل کے اندر چلے گئے۔ فتحپور سیکری کی لڑائی کے بعد مسلمان بادشاہوں کے عہد حکومت میں میو قوم کا پہلا دور یعنی 1259ء سے لے کر 1527ء تک کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے۔ فرشتہ نے ناصر الدین محمود کے زمانے میں جو حالات لکھے ہیں ان میں "راجہائے میوات" کا ذکر کیا ہے۔ اے کننگھم نے باغی میو لیڈر ملکھان کا ذکر کیا ہے۔ ان بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم میں بہت سے راجہ ہوئے ہونگے جن کے نام غالباً طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔

خاندان تغلق اور لودھی کے زمانے میں بہادر ناہر میواتی حسن خاں میواتی اور احمد خاں میواتی کے نام آتے ہیں۔

فرشتہ کے اس بیان سے کہ حسن خاں میواتی دس ہزار سوار سے "مددگار ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بہت سے میو راجہ ہوں گے کیونکہ اس زمانے میں ایک راجہ کے پاس دس ہزار سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ اے کننگھم نے ایک راجہ سنگرام سا میوات کا نام لکھا ہے جو حسن خاں سے مل کر بابر سے لڑنے کے لئے گیا۔

اس باب کے آخر میں مولوی ذکاء اللہ مصنف تاریخ ہند کا جائزہ دیا جاتا ہے۔ حسن خاں میواتی اور اس کے آباء اجداد بادشاہان دہلی کے برائے نام مطیع تھے ان کے زمانے میں ملک میوات کے اندر سلاطین دہلی کو مستقل حکومت

کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ میوات کا علاقہ بہت فراخ ہے۔ اس میں پہاڑ خودرو جھاڑیاں ایسی ہیں جن میں ان میواتی سرداروں کو حملے کے وقت پناہ لینے کا موقع مل جاتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی ان پر دہلی کی طرف سے فوج کشی ہوتی تو یہ لوگ برابر مقابلہ کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی میدانوں میں جم کر مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو فوراً پہاڑوں میں جا گھستے تھے جس کی وجہ سے حملہ آور اکثر بار محروم ہو کر واپس لوٹتے تھے" جلد سوئم ص 110

حسن خاں میواتی

مسٹر الفسٹن نے لکھا ہے کہ میوات کے راجہ حسن خاں کے نام سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک نو مسلم راجہ تھا اور ملک میوات میں اس کا وہ پہاڑی خطہ تھا جو دہلی سے پچیس میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف پھیلا ہوا ہے اور اسی خطے میں وہ ریاست بھی شامل تھی جو آجکل ماچیڑی یا الور کے نام سے مشہور رہی ہے۔

بابر نے تزک بابری میں لکھا ہے کہ حسن خاں کے باپ دادا کا دار السلطنت بجسارا تھا۔

اے کننگھم نے احمد گار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حسن خاں شاہی خاندان سے تھا اور فیروز شاہ تغلق کے زمانے تک طاقت اس کے پاس رہی حسن خاں کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ تنکہ تھی حسن خاں کی جاگیر میں تجارہ اور رچھ پر گنے

نہیں تھے۔ کیونکہ بابر کے زمانے تک تاتار خاں اور علاؤالدین عالم شاہ کے پاس رہے۔

کتاب مآثر الامراء میں حسن خاں کو ہندوستان کے معتبر زمینداروں میں سے لکھا ہے۔

منتخب التواریخ میں لکھا ہے بابر کی لڑائی میں حسن خاں میواتی کی پیشانی پر کہ وہ کلمہ پڑھنے والا کافر تھا ایک تیر لگا۔ اس کی موت کے بعد لوگوں نے اسے ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور بھاگ گئے۔ وہ جہنم کے کنوئیں میں پڑا ہوا ہے۔

فرشتہ نے لکھا ہے کہ حسن خاں میواتی کے قریب دو سو برس سے اس کے باپ دادا نے باستقلال حکومت کی تھی۔ بندوق کی ضرب سے مارا گیا۔

دوسری جگہ لکھا ہے۔ اس زمانے میں فردوس مکانی بابر شاہ کے مقابلے کے لئے شاہ محمود بن شاہ سکندر لودھی رانا سنگا کی پناہ میں گیا اور اس کو مہاراجہ بنا کر حسن خاں میواتی وغیرہ زمینداروں کے ساتھ جنگ کرنے آیا۔ (فرشتہ ص: 19)

الور گزیٹر میں لکھا ہے کہ حسن خاں یا تو لڑائی میں مارا گیا یا لڑائی کے بعد اس کے رشتہ داروں کی سازش سے قتل کر دیا گیا۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ حسن خاں اور حسن خاں میواتی دو سردار تھے۔ راجہ حسن خاں شاہی خاندان سے تھا تو حسن خاں میواتی

ایک زمیندار تھا اور علاقہ میوات کا رہنے والا تھا۔ راجہ حسن خان کی حسن خاں میواتی اور دوسرے میو سرداروں نے اس لئے مدد کی کہ وہ ان کا ہم خیال تھا اور ان کی پالیسی کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ دوسرے حسن خاں اپنی جاگیر کو جو تجارہ کے گردونواح میں تھی مغل شکست کے بعد دوبارہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ 1484ء میں سکندر لودھی نے یہ جاگیر اپنے بھائی علاؤالدین عالم شاہ کو دیدی تھی۔ یہ علاقہ 1488ء میں بہلول لودھی نے واپس لے لیا تھا۔ حسن خاں بابر کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا اور الور کا علاقہ بھی اس کے خاندان کے قبضہ سے نکل گیا۔ میرے اس خیال کی تصدیق منتخب التواریخ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ راجہ حسن خاں اور حسن خاں میواتی دو سردار تھے۔

اگرچہ ایک میواتی آدمی 960ھ میں سلیم شاہ سوری افغان کے مرنے کے بعد میوات میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو حسن خاں کہتا تھا اور کچھ پوشیدہ نشانیاں بھی میوات کے رہنے والے لوگوں کو دکھاتا تھا اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس کے کہنے کا اعتبار کر لیا۔ اس منتخب التواریخ کے مصنف نے بھی 963ھ میں اس کو آگرہ میں دیکھا لیکن سرداری اور بزرگی کے آثار اس کے چہرے اور شکل و صورت سے کچھ معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص دیکھنے میں راجہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ بیرم خاں خان خاناں مرحوم کے بیان کے مطابق حسن خاں فوج و لشکر کا مالک اور بڑے رعب و داب والا تھا اور شاعر بھی تھا۔ دوسرے اس شخص نے

اپنے آپ کو میواتی ثابت کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حسن خاں میواتی ایک زمیندار سردار تھا اور وہ میوات کا رہنے والا تھا۔ چونکہ دونوں کا تعلق میوات سے رہا ہے اس لئے راجہ حسن خاں۔ حسن خاں میواتی مشہور ہو گیا۔

حسن خاں میواتی جو ایک میو سردار تھا۔ آگرہ میں اس لئے دیکھا گیا کیونکہ آگرہ میوات سے ملحق تھا اور میوات ہمایوں اور سلیم شاہ سوری کے زمانے میں بالکل آزاد تھا۔ یہ بھی بہت ممکن ہے کہ حسن خاں میواتی خواص خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کی مدد کے لئے آگرہ گیا ہو کیونکہ وہ سلیم شاہ کے خلاف تھے۔

حسن خاں میواتی کے متعلق روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوٹلہ کا رہنے والا تھا۔ یہ چند دوہے لوگوں کو اب تک یاد ہیں۔ ان سے حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

دہولو انڈا تیتر کو   اور   دھولو ہی چوبارو رے
کونہ پڑو لنگڑا کو پوتو   نو سو گائے سنبھالو رے
لاکھو تو میرو لاکھ ٹکا کو   دہی دُودھ سو پالو رے
دُودھ دہی کو بھوکو ناہے   پانی کو پیسا یو رے
اگم دیکھو۔ پچھم دیکھو   کہیں نہ پانی پایو رے
لال داس کی کوٹھی چل رہی
جائے جار جُھکایو رے

ان دوہوں سے پتہ چلتا ہے کہ حسن خاں میواتی کے دادا کا نام لنگڑا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی لڑائی میں اس کا ایک پاؤں بیکار ہو گیا اور اس وجہ سے اس کا نام لنگڑا مشہور ہو گیا۔

مکان دو منزلہ یا سہ منزلہ تھا جس کا رنگ تیتر کے انڈے سے مشابہ تھا۔ یعنی دور سے سفید دکھائی دیتا تھا۔ اس کے پاس نو سو گائیں تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بڑا زمیندار تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سے مراد گھوڑے سوار ہوں جن کی مدد سے وہ میدان سیاست میں داخل ہوا۔ حسن خاں کی خوراک دُودھ دہی بتلائی ہے اور اس کی آمدنی کا اندازہ ایک لاکھ ٹکہ بتلایا ہے جس سے مراد تنکہ ہے۔ اے۔ کنگھم نے حسن خاں میواتی کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ تنکہ بتلائی ہے۔ دودھ دہی کی بجائے پیاس بجھانے کے لئے پانی کی ضرورت تھی لیکن تلاش کرنے کے باوجود پانی کہیں نہ مل سکا۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اسے روحانی پیاس دور کرنے کے لئے کسی بزرگ کی تلاش تھی۔ جس کی وجہ سے وہ میدان سیاست میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آگے لکھا ہے حسن خاں کو لال داس کے کنوئیں پرے گئے، تاکہ وہ اپنی روحانی پیاس بجھا کر تسکین حاصل کر سکے لال داس سے مراد مراد خواجہ لال محمد کوٹ قاسم (جے پور) یا کوئی دوسرے بزرگ ہو سکتے ہیں۔

یہ دوہے SIMILE کا نمونہ ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے لکھنے والا ایک نہایت قابل آدمی تھا اور اس نے حسن خاں میواتی کے

حالات نہایت دلچسپ پیرائے میں بیان کئے ہیں اور اسی وجہ سے
یہ دوہے لوگوں کو اب تک یاد ہیں۔

میو قوم عہد مغلیہ میں

ہمایوں

بابر نے شمالی ہندوستان کا ایک بڑا حصہ فتح کر کے سلطنت مغلیہ
کی بنیاد ڈال دی اور 1530 میں مر گیا۔ فتحپور سیکری کی لڑائی میوات میں لڑی
گئی جس کی وجہ سے قوم میو بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ مغلیہ سلطنت کی تنظیم
اور اسے مضبوط بنانے کا کام نصیر الدین ہمایوں کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن
بھائیوں کی مخالفت نے اسے مشکلات میں ڈال دیا۔

شیر خاں کو جب اطلاع ملی کہ مرزا ہندال حاکم میوات باغی ہو گیا
ہے اور بادشاہی لشکر بے سروسامانی کی حالت میں ہے اور واپس
جا رہا ہے تو اس نے حملہ کیا اور تین ماہ تک ناکابندی کے سبب بادشاہی
لشکر آگے نہ بڑھ سکا نتیجہ یہ ہوا کہ شیر شاہ سوری نے سلطنت مغلیہ پر
قبضہ کر لیا اور اس کے بیٹے سلیم شاہ نے بھی کچھ عرصے تک حکومت کی
نصیر الدین ہمایوں نے مرزا ہندال کو ولایت میوات عطا کی
مرزا ہندال نے آگرہ پہنچکر اپنے نام کا خطبہ پڑھا اور دہلی کی جانب

کوچ کیا اور تسخیر کے واسطے محاصرہ کیا۔

بابر بادشاہ کے لڑکوں میں نفاق کی وجہ سے انتشار پیدا ہوگیا ،،
،، فرشتہ ،، اور ہمایوں کو ملک چھوڑ کر امداد حاصل کرنے کے لئے ایران
جانا پڑا۔ شیر شاہ سوری نے خواص خاں کو حاکم میوات مقرر کیا۔ اس
نے اپنا صدر مقام فیروز پور جھر کہ میں رکھا۔ 1546 میں سلیم شاہ سوری
بادشاہ بنا۔ اس نے بھی خواص خاں کو میوات کی جاگیر عطا کی۔ لیکن
خواص خاں نے بغاوت کی اور اس کی شکست کے بعد میوات کا علاقہ
دہلی میں شامل کر دیا گیا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ سلیم ساگر کی دیوار
میں چاند قاضی نے ایک کتبہ نصب کرایا۔ چاند قاضی الور کا گورنر تھا
اور سلیم شاہ کے ماتحت تھا۔

ان واقعات کے سلسلے میں تاریخی اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

شیر شاہ کے لڑکے ،، سلیم شاہ نے عادل خاں کو بیانہ اور توابع
اس کی جاگیر میں دیکر بیانہ کی طرف رخصت کیا۔ دو تین ماہ بعد عاقل خاں
کو گرفتار کر کے لانے کا حکم دیا۔ لیکن عادل خاں یہ خبر سن کر خواص خاں
کے پاس میوات میں گیا اور سلیم شاہ کے نقض عہد کا اظہار کر کے نالاں
ہوا اور نشان مخالفت بلند کیا۔ (فرشتہ ص: 327

ظاہر بلدہ آگرہ میں جنگ ہوئی۔ شکست کھا کر خواص خاں اور عیسیٰ
خاں نیازی میوات کی طرف راہی ہوئے۔ سلیم شاہ نے خواص خاں اور
عیسیٰ خاں کے تعاقب میں لشکر تعین کیا اور فیروز پور (جھرکہ) میں آتش جنگ

افروختہ ہوئی اور سلیم شاہ کے لشکر نے شکست کھائی۔ اس کے بعد جب دوسرا
لشکر گنت کو پہنچا۔ خواص خاں اور عیسیٰ خاں تاب معاومت نہ لائے۔ کوہ
کمایوں کی طرف بھاگے،،۔ فرشتہ ص: 328

یہ لڑائی 1547 - 1546 کے لگ بھگ ہوئی

ہمایوں گجرات سے دہلی آیا تو اس نے ملک کا حال دگرگوں پایا سارے
کام ابتر و پریشان تھے۔ حکومت دہلی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر منقسم تھی
جو کم و بیش آزاد تھیں اس لئے ان کا انتظام کرنا آسان نہ تھا۔ دواب و
آگرہ کے ہمسایہ میں بڑے بڑے سرکشوں کے گروہ موجود تھے جو ذرا سی غفلت
دیکھ کر لوٹ مار شروع کر دیتے تھے۔ ہیموں کا آگرہ اور دہلی کے گرد و
نواح پر قبضہ ہو گیا تھا۔

ذکاء اللہ۔ تاریخ ہندوستان

ان تاریخی واقعات سے دو نتیجے نکالے جا سکتے ہیں۔

اوّل ملک میوات میں کوئی حکومت نہیں تھی۔ دوسرے میوات
کے علاقے میں ہمایوں اور سلیم شاہ کی حکومتوں کو ختم کرنے کے لئے لڑائیاں
ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں میو قوم کا کسی حکومت کو تسلیم کرنا یا ان کے ساتھ
تعاون کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میو راجہ یا سردار آزاد تھے۔ جس کا ثبوت
یہ ہے کہ اکبر کو یہ علاقہ فتح کرنا پڑا۔ مرزا ہندال کی وفات کے بعد نرودی
بیگ خاں صرف نام کے حاکم میوات تھے۔

اکبر

اکبر نے کوشش کی کہ مغلیہ حکومت کے لئے جو غیریت کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں تھا اسے دُور کرے۔ کیونکہ فوجی طاقت کے بل بوتے پر حکومت کو ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اکبر نے فتحپور سیکری کے شہر کو بسایا وہاں ایک بزرگ شیخ سلیم چشتی رہتے تھے۔ انہوں نے ستی کی رسم کو روکنے کی کوشش کی اور قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج ختم کر دیا۔ اس نے اپنا دارالخلافہ آگرہ رکھا اور پھر لاہور بدل دیا۔

اکبر کی حکومت کے ابتدائی دور میں علاقہ میوات خود مختار تھا۔ مولانا پیر محمد ناصر الملک کو فوج دے کر اس کی تادیب کے واسطے روانہ کیا حاجی خاں فقط اس لشکر کی ہیبت سے بھاگ گیا اور تمام میوات پر بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔ حاجی خاں کا غلام نارنول کا حاکم تھا۔ تردی بیگ خاں حاکم میوات اُسے مارتا ہوا چلا گیا۔

(ذکا اللہ تاریخ ہند۔ جلد پنجم ص 26)

اکبر نے حکومت کے انتظام کے لئے علاقہ میوات کو صوبہ دہلی کے ماتحت سرکار الور اور تجارہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ ضلع گوڑگانوہ صوبہ دہلی اور آگرہ میں بٹا ہوا تھا۔

پلول۔ جھاڑسہ۔ ریواڑی۔ بوہرہ۔ تاروڑو۔ سوہنہ اور گوپانہ کے پرگنہ جات صوبہ دہلی میں شامل تھے۔

پہاڑی، ہوڈل ہتھن، تجارہ، اندور، اوجینہ، اونمرہ، اودمری پنگوال. بیبرو۔ کچھور۔ جھمراوٹ، خانپور، ساکرس۔ سانٹھاواڑی۔ فیروزپور، کوٹلہ، نگینہ، گھاسیڑہ۔ صوبہ آگرہ میں تھے۔ ہتھن اور ہوڈل کے پرگنہ جات سرکار پہاڑی کے ماتحت تھے۔

ان علاقوں کے علاوہ میوات کا باقی حصہ سرکار الور کے ماتحت تھا۔

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر کے زمانے میں اکثر میو راجاؤں نے بغاوت کر دی۔ پاہٹ پال کے ایک راجہ کا نام ٹوڈر مل تھا۔ وہ موضع ڈاینگ (بھرت پور) کا رہنے والا تھا۔ اس نے بغاوت کر دی جس کا بیان اس دوہے میں کیا گیا ہے۔

پانچ پہاڑ کی راجائی اور پورو میرو دل
آدھے اکبر بادساہ آدھے پاہٹ ٹوڈرمل

شہنشاہ اکبر نے پائن (الور) کے رہنے والے ایک میو راجہ کو دہلی بلوایا۔ اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ کبیشر نے اس کا ذکر کیا ہے۔

تو دلّی کو بادساہ ہیں پاٹن کو راؤ
تیری دلّی ملنے نہ چلوں میری پاٹن ملنے آؤ

بادشاہ اکبر ایک ہتھنی پر سوار ہوتا تھا۔ ایک بدمست ہاتھی اس پر آن چڑھا جس سے بادشاہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔ خبر اُڑی کہ بادشاہ مر گیا ہے۔ اس افواہ سے بہت سے پرگنوں میں گڑبڑ مچ گئی۔ میوات سے

ریواڑی تک کا علاقہ لوٹ لیا گیا۔ شاہ قلی خاں نے باغیوں کی خوب مالش کی۔"
(ذکاءاللہ۔ تاریخ ہند)

شہنشاہ اکبر نے پیر محمد شیروانی کو کہ بیرم خاں ترکمان کا وکیل تھا میوات کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں جاتے ہی ہیموں بقال کے اہل و عیال کو دستگیر کیا اور خزانہ اس کا دستیاب کر کے بہت افغانوں کو وہاں تھے علف تیغ خون آشام کیا۔"
(فرشتہ :۔ ص :۔ 350)

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اکبر کے زمانے میں بھی میوات کے علاقہ میں حالات پُرامن نہیں تھے اور میو قوم کے راجہ اپنے آپ کو آزاد خیال کرتے تھے۔

گزیٹرز میں لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے تک میو قوم اور مینا قوم میں آپس میں شادی کرنیکا رواج تھا۔ اور دونوں قوموں کے تعلقات بہت اچھے تھے اور اس رواج کا اس زمانے کے سیاسی اور سماجی نظام پر بہت اچھا اثر پڑا۔

اتفاق کی بات دیکھئے جس زمانے میں اکبر نے راجپوت خاندانوں سے رشتے ناطے کرنے شروع کئے اسی زمانے میں میو اور مینا قوم کے رشتے ناطے ہونے بند ہو گئے ان قوموں کے درمیان جو شادی ہوئی اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ سے اس زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ قصہ راجہ ٹوڈرمل کے لڑکے دریا خاں کی شادی سے تعلق رکھتا ہے۔ راجہ ٹوڈرمل ڈ ایک پرگنہ نگر بھرت پور کا رہنے والا تھا۔

اور اس نے اکبر بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اس لئے اس قصے کی اہمیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

دریا خاں میو قوم کی پائب پال اور چوہان گوت کا ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کی شادی ششش بدنی سے قرار پائی جو بادھا راؤ مینے کی پوتی تھی۔ بادھا راؤ بھی ٹوڈرمل کی طرح صاحب اثر تھا۔ شادی فریقین کی رضامندی سے ہوئی اور تمام با اثر لوگوں نے اس میں شرکت کی۔ مینے لوگ جن کا مذہب ہندو تھا۔ اس شادی سے خوش نہیں تھے اور وداعگی رسم میں روڑا اٹکانا چاہتے تھے اس لئے مددگاروں کی ضرورت تھی۔ مجاہد خاں کا گاؤں کھوہ کلاں راستے میں پڑتا تھا۔ اس لئے اس سے بھی مدد کے لئے کہا گیا۔ اسی بات کو کیشر نے ایک دوہے میں کہا ہے ؎

چادر میوات کی خان جی۔ خاں مجاہد کھوہ
دریا خاں کے بیاہ کی خاں جی لاج شرم ہے تو ہے

کچھ عرصے بعد (گونہ) وداعگی کی رسم کے لئے دریا خاں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی بیوی ششش بدنی کو لینے کے لئے گیا۔ ششش بدنی نے اپنے خاوند کو آتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا۔ وہ سر پر اٹھائے ہوئے ایک ٹوکرے کو لئے ہوئے جا رہی تھی جس میں گوبر تھا۔ اس نے دریا خاں کو دیکھتے ہی گوبر (کھاد) کا ٹوکرا نیچے ڈال دیا اور کہا۔

پوتی بادھا راؤ کی سفو ماہری ٹبر ٹوکو دیکھو مالکو میں تے اد یر دیری ہیل

رہی بادھا راؤ کی بیٹی آواز دے رہی ہوں ۔ میں نے اپنے خاوند کو آتا ہوا دیکھ کر راستہ میں ہی گوبر کا ٹوکرا ڈال دیا)
ششش بدنی کے بھائی نے اپنی بہن خاموشی سے وداع کر دی دوسرے دن گاؤں کے مینا باشندوں کو وداعگی کا پتہ چلا اور وہ فوراً گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے ۔ تاکہ دولہا کو پکڑ کر قتل کر دیں ۔

موضع مینگانہ کے آبادہ میں مینا گھوڑ اسواروں نے دریا خاں اور ششش بدنی کو جاتے ہوئے دیکھ لیا وہ دونوں مجاہد خاں کے گاؤں کھوہ کلاں میں چلے گئے اور مدد کی درخواست کی ۔ دلہن کہتی ہے ۔

پوتی بادھا رائے کی جانے سبھی خلق
جھیلی جائے تو جھیل لے تیری لی ہے بسرا ملک

ششش بدنی کی اس درخواست کو سن کر مجاہد خاں اور اس کے ساتھی لڑائی کے لئے تیار ہو گئے ۔ اطلاع ملتے ہی دریا خاں کے خاندان والے مددگاروں کے ساتھ آ گئے ۔ مینا قوم کے لوگوں کے ساتھ لڑائی ہوئی طرفین کے آدمی مارے گئے ۔ مینا لوگ میدان کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ دولھا دلہن بخیریت اپنے گھر چلے گئے ۔

اکبر کے زمانے کا ایک دوسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہے ۔ اکبر بادشاہ کا کچھ مال آگرہ سے اونٹوں میں لد کر دہلی لایا جا رہا تھا ۔ راستہ میو قوم کی آبادی کے درمیان سے گزرتا تھا ۔ میو قوم کے

ایک گروہ نے جس کے سردار رائے بھان پاہٹ اور شند خاں گودھالہ تھے ۔ یہ سامان معہ اونٹوں کے لوٹ لیا ۔ اس وجہ سے شاہی فوجوں اور میو سرداروں کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی کیونکہ میو سرداروں نے سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ یہ لڑائی پانچ پہاڑ کی جنگ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کا اصل لطف اٹھانے کے لئے اسے کبیشروں سے سننا چاہئے جو باجا بجا کر اور دوہوں کو گا گا کر اسے بیان کرتے ہیں ۔ سننے والوں کے دلوں میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے ۔

رائے بھان کے لڑکے جودھ سنگھ کے لڑکا پیدا ہوا ۔ اس کی بیوی کنواں پوجنے کی رسم ادا کرنے کے لئے بضد ہوئی ، کنواں ایک باغ میں تھا ۔ جس کے نزدیک شاہی فوج نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے شاہی فوج کا افسر اہلاد سنگھ چوہان تھا ۔ یہ کنواں الکھ کے کنویں کے نام سے مشہور تھا ۔ کنویں کے نزدیک جانا لڑائی کے خطرے سے خالی نہیں تھا ۔ جودھ سنگھ کی بیوی نہایت جوشیلے الفاظ استعمال کرتی ہے ۔

پانچ پہاڑ کے راؤ جی تمہاری سدا امر ہے تیگ
کہ تو پجوا دے کنواں الکھ کو نہ تو مت چڑھیو میری سیج
سسر بسے پہاڑ میں اور باپ بسے پالی
کنواں پوجوں الکھ کو تو نام سدا لالی

ان دوہوں سے پتہ چلتا ہے کہ رائے کھان پانچ پہاڑوں کے میو دیہات کا راؤ یا راجہ تھا اور تلوار کا دھنی تھا۔ یہ کنواں اب بھی اسی نام سے مشہور ہے اور اس کے گرد و نواح میں پاپٹ میو آباد ہیں۔

کنواں پوجنے کی رسم کے لئے گانا بجانا ضروری تھا۔ چنانچہ عورتیں اچھے کپڑے پہن کر گاتی ہوئی کنوئیں کی طرف روانہ ہو گئیں

سُن ری مانو ڈونتی باندھ گلے میں ڈھول
کنواں پوج اوں الکھ کو تو دونگی چھمنیا کھول

ئہ دگلے کازیور)

اس دوہے سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہوں کی طرح میو راجاؤں میں بخشش دینے کا رواج تھا۔

عورتیں گاتی ہوئی کنوئیں پر گئیں۔ شاہی فوج کے سپاہیوں نے مذاق اڑایا اور دونوں فریقین میں لڑائی چھڑ گئی۔ جودھ سنگھ اور املاد سنگھ چوہان کے علاوہ بہت سے آدمی مارے گئے۔ لالی اپنے خاوند جودھ سنگھ کے لئے جو زخمی ہو گیا تھا پانی لے کر گئی لیکن وہ پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔ لالی بیوہ ہو کر بھی اپنے دیور سے کہتی ہے کیونکہ لڑائی ہو رہی تھی۔

میرے سنیو دیور باج خاں میرے دیو بابیہ نے بھات
ابکے جھمیلا اور دے لنتے وائی دہلوے ہاتھ

باج خاں لڑتا ہوا عورتوں کو واپس لے کر آ گیا۔

اے کننگھم لکھتے ہیں کہ ان دونوں قصوں کا تعلق قلعہ اجان گڑھ سے ہے جو پانچ پہاڑیوں کے درمیان کاماں سے چار میل کے فاصلے پر مغرب کی طرف واقع ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں اس قصے سے ثابت ہوتا ہے کہ میو قوم جنگ پسند ہے۔ عورتیں اچھی طرح جانتی تھیں کہ کنوئیں پر جانے سے لڑائی ہو جائے گی لیکن وہ اس بات کو جانتے ہوئے بھی کنوئیں پر گئیں جس کا نتیجہ لڑائی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اکبر الور 1597 میں گیا اور اس کی یاد میں ایک مسجد بنائی گئی۔ جس کا نام کی مسجد تھا۔

اکبر کے زمانے میں قصبہ سنہد کی بنیاد راجہ سانول سنگھ نے ڈالی سنہہ میں گرم پانی کا چشمہ کہتے ہیں کہ ایک فقیر کی دعا سے جاری ہوا۔

اکبر کے زمانے کی جو فہرست منصب داروں کی ابوالفضل نے لکھی ہے اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ ہندوستانی مسلمان بہت ہی کم منصب دار تھے۔ زیادہ تر ترک۔ ایرانی۔ افغانی منصب دار تھے۔

دوئم ہندو بھی اعلیٰ عہدوں پر ممتاز تھے۔

"جہانگیر"

اس بادشاہ کے عہد میں واقعات عظیم ایسے پیش نہیں آئے جن پر مورخ توجہ کرتے۔ بہت دنوں تک دکن میں لڑائی ہوتی رہی۔ شاہ جہاں اور نور جہاں کے درمیان دھولپور وغیرہ کی جاگیر کے سلسلے میں اختلاف تھے۔ اس جاگیر میں میوات کے علاقہ جات ڈیگ۔ بھرت پور۔ کاماں وغیرہ شامل تھے۔

نور جہاں چاہتی تھی کہ اس کا داماد شہر یار سب سے چھوٹا بیٹا بادشاہ کا جانشین ہو۔ مہابت خاں نے اپنی حفاظت کے لئے بادشاہ اور ملکہ دونوں کو گرفتار کر لیا اور شاہ جہاں کا دوست بن گیا۔

تزک جہانگیری میں لکھا ہے

میری حکومت و سلطنت اس وقت اس سلسلے کے ہاتھ میں ہے باپ مرزا غیاث، دیوان کل یعنی وزیر اعظم بیٹا یعنی آصف خاں وکیل مطلق۔ لڑکی ہمراز و مصاحب" اور پھر یہ سلسلہ بھی واحد ذات پر موقوف ہو گیا۔ چنانچہ جہانگیر کے بخشی معتمد خاں کا بیان ہے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بادشاہی کا صرف نام باقی رہ گیا۔ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلطنت نور جہاں بیگم کو بخشدی ہے، ایک سیر شراب آدھ سیر گوشت کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ (اقبال نامہ جہانگیری)

ان حالات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں میو قوم اور اس کے راجہ آزاد تھے۔ کیونکہ جہانگیر کو میوات اور میو قوم کے حالات کی طرف توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ جاگیردار رعایا سے زمین لے کر اس میں اپنی کاشت نہ کریں۔

"شاہ جہاں"

میواتیوں کے فساد اور سرکشی کی متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں۔ بادشاہ نے ان کی سرکوبی کے لئے کیسری سنگھ ولد راجہ جے سنگھ کو مقرر کیا، اور کاماں، پہاڑی (پہاڑی) کا پرگنہ اس کو وطن کے طور پر عطا کیا۔ راجہ کیسری سنگھ نے میواتیوں کی گوشمالی کے لئے چار پانچ ہزار سوار اور چھ سات ہزار بندوقچیوں اور تیر اندازوں کو ملازم رکھا اور بڑی سعی و جہد کے بعد اس شرانگیز قوم کا اچھی طرح قلع قمع کر دیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا اور بقیہ کو ان کے مقامات سے خارج کر دیا۔ اس کارگزاری کی رپورٹ پر ایک ہزار سوار کا اضافہ فرمایا۔

(منتخب اللباب جلد دوئم۔ ص 262)

دارا شکوہ کو چکلۂ میوات کی جاگیر عطا کی - دارا شکوہ ، پلول ، ضلع گوڑگانوہ میں رہا کرتا تھا - دارا شکوہ کی سفارش پر شاہ جہاں نے ایک جاگیر مدد معاش کے لئے فیروز میواتی کو دی -

ان تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ میو قوم کے راجاؤں نے جو سرکشی اکبر کے زمانے میں کی وہ جہانگیر کے زمانے میں پورے طور سے ابھر آئی اور اس لئے شاہ جہاں کو سخت قدم اٹھانے پڑے

اورنگ زیب

اورنگ زیب سے توقع ہو سکتی تھی کہ وہ میو قوم کی اقتصادی اور مذہبی حالت کو سدھارنے کے لئے قدم اٹھائے گا - لیکن میو قوم کی بغاوتوں نے اسے پریشان رکھا - چنانچہ 72 - 1671ء میں اورنگ زیب اکبر آباد سے دارالسلطنت دہلی کو تشریف فرما ہوا ، اور اس گروہ باغی کی میوات میں سرزنش کی جو اپنے تئیں زندۂ جاوید جانتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ اگر ایک ان میں سے مارا جائے تو بجائے ایک کے ستر آدمی اور پیدا ہوں گے (تاریخ تراب ص 264-265)

جاٹوں نے اورنگ زیب کی زندگی ہی میں طاقت حاصل کرنی شروع کر دی تھی - چنانچہ گزیٹر میں لکھا ہے :-

جاٹوں نے اورنگ زیب کی موت سے پہلے ہی (1707ء) قوت حاصل کرنی شروع کر دی تھی اور میواتیوں کی حکومت کا مقابلہ شروع کر دیا تھا - اٹھارھویں صدی کے نصف سے پہلے جاٹوں نے جنوبی میوات پر قبضہ کر لیا - اور اس کے بعد میوات کی تاریخ الور اور بھرت پور میں مدغم ہو گئی -

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب میو قوم سے خوش نہیں تھا - کیونکہ اس نے جاٹوں کے مقابلے میں میو راجاؤں کی مدد نہیں کی - بلکہ جاٹوں کا ساتھ دیا - اورنگ زیب کے زمانے میں سانولیا میو ایک بہادر ، نڈر اور مشہور سردار تھا - وہ سہسولا گاؤں کا رہنے والا تھا ، جو سوہنہ تاوڑو سڑک پر ایک گاؤں ہے - اس کے مکانات کے کھنڈر اب تک موجود ہیں اس نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول نہیں کی - وہ ہاتھی سنگھ گوجر سردار بادشاہ پور کا حریف تھا - گوڑگانوہ گزیٹر میں لکھا ہے کہ ہاتھی سنگھ گرفتار ہو گیا - اس کی جاں بخشی بھرت پور کے جاٹ سردار چوڑامن نے اورنگزیب سے کرائی - شرط یہ لگائی کہ وہ سانولیا میو کو جو اسی قسم کا سردار تھا قتل کرے - اس پر عمل ہو گیا - بادشاہ نے خوش ہو کر گھاسیڑہ اور گرد و نواح کے بارہ دیہات ہاتھی سنگھ کو دے دیئے - جن میں گھاسیڑہ ، مالب اور نوح بھی شامل تھے -

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سانولیا میو کو اس لئے قتل کر دیا گیا کہ اس نے چوڑامن کے ہاتھی اور اونٹ لوٹ لئے تھے - چنانچہ ایک کبیشر نے کہا کہ -

ڈہگ کھلبلی مچ گئی۔ کاگرہ بچو گمبھیر
اونٹ سانولیا لے گبوڑ کدی نہ دیگو پھیر

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اتمل (سیتل کھوہ) چکمل (چاہلیکا) اور حسینا نمل گوکری یا اثر میو سردار تھے اور سانولیا کے مددگار تھے۔

علاقہ تجارہ میں سانونت نامی ایک میو سردار نے بغاوت کرکے اپنی حکومت قائم کرلی۔ یہ شخص ملک میوات کے سرداروں میں بہت بہادر، دل چلا اور نڈر ہوا ہے، اس نے بادشاہی علاقے پر قبضہ کرکے لوٹ مار شروع کردی، اورنگ زیب نے اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ بامٹ ٹھبری (الور) کے مقام پر لڑائی ہوئی، سانونت مارا گیا۔

خلیل اللہ خاں کی بجائے عبدالرحیم خاں حاکم میوات مقرر ہوا۔ اس نے قلعہ الور کی مرمت کرائی۔ عبدالرحمٰن خاں کے معطل ہونے پر محمد امین خاں حاکم مقرر ہوا۔

فیروز میواتی کے حالات پر روشنی ڈالنے کے لئے ایک تاریخی واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

دارالشکوہ نے اجمیر کے نواحی کوہستان میں مورچہ باندھ کر محصور ہو جانے کا ارادہ کیا اور اس خیال سے کوچ کرکے درہ میں داخل ہوگیا۔ اور راستوں پر پتھر اور گارے کی دیواریں کھڑی کرکے بند کر دیا۔

اپنے دائیں جانب سید ابراہیم کو مقرر کیا اور ایک دوسرے مورچے پر فیروز میواتی کو جس کی شجاعت اور کارروائی پر اس کو بڑا ناز تھا، توپ خانہ کے سامان کے ساتھ مقرر کیا۔ بائیں بازو کے مورچے پر شاہنواز خاں کے زیر اہتمام اپنے بیٹوں کو مقرر کیا۔

عالمگیر کوچ پر کوچ کرتے ہوئے موضع ریواڑی پہنچ گئے۔ یہاں سے اجمیر تین کوس کے فاصلے پر تھا۔

شاہنواز خاں اور فیروز میواتی کے مورچوں سے مسلسل گولہ باری ہو رہی تھی، دارالشکوہ کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ وہ سپہر شکوہ فیروز میواتی اور حرم کی عورتوں کو لے کر فرار ہو گیا۔

شکست کے بعد عالمگیر نے محمد جعفر خاں ولد اللہ وردی خاں کو دارالشکوہ کی جاگیر جھکلہ میوات کو ضبط کرنے کے لئے روانہ کیا۔

فیروز میواتی عبدالنبی خاں فوجدار کی تبدیلی پر سرکار اٹاوہ کی فوجداری پر مقرر ہو گیا۔ اٹاوہ میں جو محلہ میواتی کے نام سے مشہور رہے وہ فیروز میواتی کے زمانے میں آباد ہوا۔

اورنگ زیب نے گرام پولی کے رائے نند رام کو ریواڑی کا گورنر مقرر کیا۔

ان حالات سے اورنگ زیب کے زمانے میں میو قوم کے حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میو قوم نے اس بادشاہ کے ساتھ تعاون نہیں کیا اور اس بادشاہ کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔

اور میو قوم آزادانہ زندگی بسر کرتی رہی۔

تاریخی واقعات کی بناء پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ میو قوم نے خاندان غلامان سے لے کر اورنگ زیب تک شاہان دہلی کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ میو قوم کو اس جذبۂ آزادی کی سزائیں ملتی رہیں جن کا ذکر جگہ جگہ آچکا ہے۔

مقامی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب نے میوات پر حملہ کیا اور میو قوم کے نوجوانوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ میو عورتوں نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

دلّی سہر سوہانوں کنچن برسے نیر
سب کا کنتھا ٹور کر لے گیو عالمگیر
سبنو سہلی ساتھ کی منو بندھائے دھیر
ساری سکھی سہاگن ہونگی جاون بگدے عالمگیر

———•———

الور راج کی ابتداء

الور راج کی ابتدا پرتاپ سنگھ نے 1770 میں ڈالی۔ پرتاپ سنگھ ایک معمولی زمیندار تھا۔ اس کی ملکیت میں صرف ماچڑی۔ راج گڈھا اور نصف تاجپور کے گاؤں یعنی کل ڈھائی گاؤں تھے۔ پرتاپ سنگھ جے پور کے کچھواہہ راجپوتوں میں سے تھا۔

نواب نجف خاں سپہ سالا شاہ عالم ثانی نے پرتاپ سنگھ کو شکست دی مگر راجہ مذکور نے پرگنہ بسوہ علاقہ جے پور کو لوٹ کر بیس لاکھ روپے کا مال حاصل کر لیا اور الور کے گرد و نواح کا بہت سا علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ان کارناموں میں میو قوم کے سرداروں۔ ہوشدار خاں، جیون خاں۔ نبی بخش خاں اور الٰہی بخش وغیرہ نے بہت مدد کی۔ جس کی وجہ سے پرتاپ سنگھ کو یہ مرتبہ حاصل ہوا۔

۲۰۹ء کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست میں راجپوتوں کی آبادی کل آبادی کا چار فیصد تھی۔ جب کہ میو قوم کی آبادی ریاست کی کل آبادی کا تیرہ فیصد تھی اور قوم وار آبادی کے لحاظ سے اس قوم کی آبادی ریاست میں بسنے والی تمام قوموں سے زیادہ تھی۔ میو اس ریاست کے نصف سے زیادہ قابل زراعت رقبے پر قابض تھے۔

بھرت پور راج کی ابتدا

اورنگ زیب کے زمانے میں دو جاٹ ڈاکوؤں اور لٹیروں نے جن کے نام راجا رام اور چوڑامن تھے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کی راجہ رام کو غارت گری کے جرم میں بیدار بخت نے جو عالمگیر کا پوتا تھا 1689 میں قتل کر دیا اور اس کے بعد چوڑامن جاٹوں کا سردار تھا جو دوسرے جاٹوں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کرتا تھا۔ 1714 میں فرخ سیر نے اسے ایک جاگیر دی جس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے لوٹ مار بند کر دی۔ لیکن دوبارہ لوٹ مار کا کام شروع کر دیا۔

1718ء سوائی جے سنگھ الور کو جاٹوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا اس حملہ کے بعد بدن سنگھ راجہ ڈیگ بنا دیا گیا۔ لیکن شرط یہ تھی کہ وہ باقاعدہ خراج ادا کرے گا۔ 1722 میں بدن سنگھ نے بھرت پور راج کی بنیاد ڈالی اس نے تھون کی گدی اور بھرت پور کے راج پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً سو سال کے بعد اس کی اولاد کا شمار راجاؤں میں ہونے لگا۔

بدن سنگھ کے لڑکے سورجمل نے دہلی کی سلطنت کی ابتری دیکھ کر 1751 میں دہلی پر حملہ کیا اور 1761 تک آگرہ۔ متھرا۔ الور گوڑگانوہ

کے کچھ علاقوں یعنی جنوبی میوات اور رہتک کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ ڈیگ اور بھرت پور میں قلعے بنائے۔

ہاتھی سنگھ بڈگوجر سردار بادشاہ پور کے بعد راؤ بہادر سنگھ بڈگوجر گھاسیڑہ کا راجہ بنا۔ سورجمل نے اسے قتل کر دیا اور میو دوبارہ گھاسیڑہ پر قابض ہو گئے۔

سنہہ کے پہاڑ پر جو قلعہ ادھورا پڑا ہوا ہے اس کی ابتدا سورجمل نے کی۔

اس زمانے میں فیروز پور جھرکہ تحصیل میں دو میو چھرکلوت چوہدری بہت زیادہ بااثر اور طاقتور تھے، گوڑگانوہ گزیٹر میں انہیں چوہدری چاندخاں بازید پور اور کبیر بخارا کے بزرگوں میں سے لکھا ہے، غالباً وہ سورج مل کے خلاف تھے۔ دونوں کو بھتبن بلوایا گیا۔ کبیر کے دادا نے آنے سے انکار کر دیا اور وہ زندہ رہا۔ چاندخاں کے دادا بھتبن آگئے اور انھیں قتل کر دیا گیا۔ (گوڑگانوہ گزیٹر)

سورجمل کے مددگاروں میں میو سردار بھی تھے۔ ایک میو سردار کا نام ماراری تھا۔ وہ ٹرکا۔ تحصیل نوح کا رہنے والا تھا۔ یہ جواہر سنگھ کے زمانے میں بھی جو سورجمل کا لڑکا تھا فوجی سردار تھا۔ سورجمل 25 دسمبر 1763 کو نجیب الدولہ کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔

جواہر سنگھ نے مرہٹوں اور سکھوں سے معاہدہ کر کے دہلی پر حملہ کیا اور قلعے کے دروازے اور کواڑ بھرت پور لے آیا۔

جواہر سنگھ نے مادھو سنگھ رئیس جے پور سے پرگنہ کاماں جو اس کے قبضے میں تھا مانگا۔ انکار کرنے پر لڑائی ہو گئی بھرت پور کی طرف سے منڈاری میو اور شمرو صاحب فرانسیس فوجوں کے انچارج تھے۔ اس لڑائی میں جواہر سنگھ کو شکست ہوئی اور کچھ عرصے بعد وہ آگرہ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی موت کے بعد بہت سے علاقے جاٹوں کے قبضے سے نکل گئے اور موجودہ ریاست بھرتپور غدر کے بعد ان کے قبضے میں رہ گئی۔

1901 کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست میں میو قوم کی آبادی کل آبادی کا آٹھ فیصدی تھی اور ریاست کے تقریباً ایک تہائی زراعتی رقبے پر میو قابض تھے۔

تحصیل فیروزپور جھرکہ کے جن میو چودھریوں کا پہلے ذکر آ چکا ہے ان کے متعلق ایک گبیشر نے لکھا ہے۔

چھر کلوت کی پال میں ہوئے چودھری نشئے
ایک نے مارو کلیلی ججے نے دی برج ہلوئے

—— • ——

میو قوم عہدِ انگلشیہ سے پہلے اور ان کے دورِ حکومت میں

—— • ——

اورنگ زیب کے بعد سلطنتِ مغلیہ کا زوال شروع ہو گیا۔ اور یہ سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہونا شروع ہو گئی۔ میو، سکھ اور مرہٹے دہلی کے گرد و نواح میں لوٹ مار کرتے تھے۔

مرہٹوں نے ملک کے بہت سے حصّوں پر قبضہ کر لیا اور وہ 1737 کے قریب دہلی تک آ گئے۔ لیکن 1739 میں نادر شاہ اور اس کے بعد احمد شاہ کے حملوں نے ملک میں طاقتوں کے توازن کو بدل دیا۔ اور انھوں نے صرف اپنی طاقت قائم رکھنے کی کوشش کی جس کے لئے فرانسیسی افسروں اور فوجوں کی مدد نہایت ضروری تھی اور فرانسیسی فوجوں کی مدد سے ہی دولت راؤ سندھیا نے اپنے باپ کے بعد مقبوضات پر نہایت آسانی سے قبضہ کر لیا۔ اور یہ علاقے 1803 تک اس کے قبضے میں رہے۔

مسٹر ڈی۔ بوگنی (DE - BOIGNE) نے جو مرہٹوں کی طرف سے

ایک فوجی افسر تھے۔ علاقہ میوات اور دوآب کے انتظام کے لئے دو فوجی بریگیڈ رکھے ہوئے تھے۔ اس کا صدر مقام علی گڑھ تھا۔ اس فوج میں چار سو میو فوجی بھی تھے اور کل فوجیوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ مددگار فوجوں کے دستے بھی تھے جن کی تعداد چار ہزار تھی۔ ڈی بوگنی کے بعد مسٹر پیرن (PERRON) ان کے جانشین مقرر ہوئے۔

اس زمانے میں مغل حکومت کے صوبہ دہلی کی حدود پلول۔ میوات کے پہاڑی علاقوں اور دریائے گنگا سے ملتی تھیں۔

1771 کے قریب شاہ عالم کے زمانے میں باگھوریا میووں نے شہر تجارہ کو لوٹ کر شہر اور اس کے گردونواح کے علاقے پر قبضہ کرلیا

مرہٹے راجہ مادھو سنگھ جے پور کے مددگار تھے۔ راجہ جواہر سنگھ جو جنوبی میوات پر حکمران تھے مرہٹوں سے تنگ تھے اس لئے انھوں نے سات لاکھ روپیہ سکھوں کو دیا۔ اور پچیس ہزار سکھ فوج رکھی۔ تاکہ راجہ مادھو سنگھ جے پور سے لڑکر کچھ علاقوں پر قبضہ کر سکیں۔ سکھ فوج نے ریواڑی کو لوٹا اور جے پور کی طرف چلی گئی لیکن مرہٹہ افواج نے ان کو بھرت پور کی طرف لوٹنے کے لئے مجبور کر دیا۔ ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ 1803 سے پہلے میوات پر مرہٹے حکمران تھے۔

اٹھارھویں صدی کے اختتام کے قریب اپر دوآب اور سنٹرل دوآب میں سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کیونکہ میواتی گھوڑا سوار جگہ جگہ پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مرہٹہ جنگ

1803 میں لارڈ لیک کی فوجوں کو بہت زیادہ تکلیف دی تھی۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ علی گڑھ اور الہ آباد کے نزدیک انگریزوں کے اسلحہ جات کے ذخیرے تھے۔ میواتیوں نے یہ اسلحہ جات لوٹ کر مرہٹوں کو دیدیئے۔ الہ آباد کے نزدیک بارہ میو دیہات کو نیست ونابود کر دیا گیا البتہ شہر میں اب تک میواتیوں کا ایک محلہ ہے جس کا نام تلسی پور عرف رسول پور ہے۔

1806 میں مفتی مولانا محمد عیوض ٹونکی کی رہنمائی میں میواتیوں نے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا۔

"جس زمانے میں مرہٹوں کا میوات پر قبضہ تھا ان کی طرف سے (M. PERRONS) ایم پرونز حکمران تھے۔ اس زمانے میں یہ ایک عام دستور تھا کہ میواتیوں کو گرفتار کر کے چار دیواری میں بند کر دیتے تھے۔ (BUCHAMAN HAMILTON) بچانن ہملٹن نے لکھا ہے کہ ظلم وتشدد کا یہ طریقہ ناکامیاب ثابت ہوا ہے کیونکہ میو قوم کی دستگیریاں جاری رہیں اور امن پسند لوگ ان کی وجہ سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے اور پریشانی میں مبتلا رہتے تھے۔

1807 میں مسٹر سیکٹن ریذیڈنٹ دہلی نے اعلی افسران سے خط وکتابت کر کے فیصلہ کیا کہ میواتیوں کے ساتھ نرم اور ہمدردانہ برتاؤ کیا جائے۔ اس تبدیلی کا تھوڑا اثر ضرور ہوا۔ لیکن ان کے لوٹ مار کے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی"

("اے۔ کنگھم")

نواب شمس الدین احمد خاں
(عطیہ مالک رام صاحب)

انیسویں صدی کے شروع میں میوات کا علاقہ راجہ الور بختاور سنگھ راجہ بھرتپور اور مرہٹوں کے قبضہ میں تھا۔ مہاراجہ الور نے انگریزوں سے معاہدہ کر لیا اور اس کا علاقہ اسے ہی دیدیا گیا۔

1803 کی انجینی گاؤں کی مرہٹہ شکست کے بعد دولت رام سندھیا نے ضلع گوڑگانوہ کے مندرجہ ذیل علاقے انگریزوں کے سپرد کئے۔

الحاق کے وقت گوڑگانوہ میں جھاڑسہ۔ سہنہ۔ نوح۔ ہتھین۔ پلول۔ ہوڈل۔ پون ہانہ۔ فیروزپور۔ ساکرس۔ ریواڑی اور بوہڑہ کے پرگنہ جات شامل تھے۔

سب سے پہلے 9۔ 1808 میں سہنہ۔ ریواڑی۔ بوہڑہ اور نوح کے پرگنہ جات انگریزی حکومت میں شامل کئے گئے۔

ہتھین 1803 میں استمراری پٹے پر نواب فیض اللہ بیگ کو دیا گیا۔ 1823 تک اس کے پاس رہا۔ اس وقت اس پرگنہ کی سالانہ مالگزاری 12351 روپے تھی۔ لیکن یہ پرگنہ 30000 روپے سالانہ پر دیا گیا۔ 1823 میں نواب فیض اللہ بیگ کے مرنے کے بعد انگریزی حکومت میں ملا دیا گیا۔

1803 میں لارڈ لیک نے فیروزپور جھرکہ۔ پون ہانہ۔ بچھور۔ ساکرس کے پرگنہ جات نواب احمد بخش کو جاگیر استمراری کے طور پر دیدیئے۔ تاوڑو مہاراجہ بھرتپور کے پاس 1826 تک رہا۔ جنرل لیک نے کچھ وقت کے لئے سہنہ۔ بوہڑہ۔ ریواڑی بھی راجہ بھرتپور کو دیدیئے۔

انیسویں صدی کے شروع میں میوات کا یہ نقشہ تھا۔ جس کا بیان تفصیل سے دیا گیا ہے۔

نواب احمد بخش کو 229 گاؤں جاگیر میں دیئے گئے تھے۔ ان میں سے 194 پرگنہ جات فیروز پور جھرکہ اور پونہانہ کے تھے۔ 18 پرگنہ ہتھین اور 17 پرگنہ نوح کے تھے۔ یہ گاؤں 1835 میں قتلِ ولیم فریزر کے سلسلے میں ضبط کر لئے گئے اور انگریزی حکومت کے ماتحت ہو گئے۔

نواب شمس الدین احمد خاں فیروز پور جھرکہ

نواب شمس الدین خاں کے دادا کا نام نواب عارف جان تھا۔ وہ بخارا سے 1750ء میں آئے تھے۔ ان کے والد کا نام نواب احمد بخش خاں تھا اور وہ اٹک میں پیدا ہوئے تھے۔ نواب احمد بخش خاں نے تین شادیاں کی تھیں ان کی پہلی بیوی کا نام حیدری بیگم تھا اور اس کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔

دوسری بیگم مدّی بیگم میواتن تھیں جن سے زمانی بیگم کے بیان کے مطابق، باقاعدہ شادی ہوئی۔ کیونکہ وہ ایک کنواری لڑکی تھی مدّی بیگم کے بطن سے نواب شمس الدین احمد خاں والئ فیروز پور جھرکہ اور ابراہیم علی خاں پیدا ہوئے

تیسری بیگم کے بطن سے نواب امین الدین احمد خاں والئ لوہارو اور نواب ضیاء الدین احمد خاں پیدا ہوئے۔

نواب احمد بخش خاں نے دور اندیشی سے کام لے کر جائیداد کی تقسیم

کا کام اپنی زندگی ہی میں کر دیا۔ ابراہیم علی خاں بچپن ہی میں مر گئے تھے اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان کے بعد شمس الدین خاں فیروزپور جھرکہ کی گدی پر بیٹھے اور لوہارو کا علاقہ امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں کے حصہ میں آیا۔

نواب احمد بخش کا انتقال 1827ء میں ہو گیا اور شمس الدین احمد خاں نواب فیروزپور جھرکہ بن گئے۔ انہوں نے اپنے والد کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ولیم فریزر ان کے والد کے دوست ہونے کی وجہ سے تمام حالات سے واقف تھے اس لئے انھوں نے امین الدین احمد خاں کو گورنر جنرل ہند کی عدالت میں اپیل کرنے کا مشورہ دیا۔ ولیم فریزر نے بعض افسران متعلقہ کو سفارشی خط لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولیم فریزر امین الدین احمد خاں کی مدد اور شمس الدین احمد خاں کی مخالفت کی وجہ سے قتل ہوئے۔ کیونکہ اپیل کا فیصلہ نواب شمس الدین احمد خاں کے خلاف ہوا۔

قتل فریزر کے سلسلے میں چند اقتباسات (ٹوائی لائٹ اوف دی مغل) سے دیئے جاتے ہیں۔

ولیم فریزر کا قتل 1835ء میں ہوا۔ یہ قتل ایک انتہائی غمناک واقعہ تھا جو اس کی اپنی لغزشوں اور خوبیوں کے ہر دو پہلوؤں کا نتیجہ تھا۔ اس المناک واقعہ میں دوسری ہستی نواب شمس الدین خاں والی فیروزپور جھرکہ ضلع گوڑگانوہ کی تھی جو ایک جاذب نظر نوجوان تھے۔

آج صبح جب کہ میں نگینہ قصبہ سے پاپیادہ پر لطف موسم میں جو ہمارے

ملک میں موسم ماہ اپریل کا ہوتا ہے جا رہا تھا۔ فیروزپور سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا تو میں نے ایک دستہ سواروں کا ایک خوبصورت نوجوان کی قیادت میں آتا دیکھ کر نواب کو شناخت کیا۔ وہ گھوڑے سے اتر کر میری طرف آئے ہم دونوں بغلگیر ہوئے اور مشرقی تہذیب کی مزاج پرسی کے بعد اپنے اپنے گھوڑوں پر پھر سوار ہو گئے اور وہ مجھ کو اپنی شاندار اقامت گاہ پر لے گئے۔ جوں ہی ہم باغ کے دروازے پر اترے توپوں نے ملحقہ قلعے سے سلامی سر کی دالان میں داخل ہونے پر ناشتہ مغربی رسم و رواج کے مطابق شاندار اور متنوع طریقہ پر پیش کیا گیا۔

فریزر اعتدال پسندی سے غیر مانوس تھے اور جب نواب برائے ملاقات دہلی آئے تو فریزر نے ملاقات سے انکار کر دیا اور اپنی سرکاری اقامتگاہ واقع پہاڑی سے ان کو واپس کر دیا۔

اس ناقابل برداشت امر یعنی نواب کی ذاتی ہتک اور عوام کی تنکابات نے نوجوان (نواب) کو فریزر کے قتل کرنے پر متوجہ کیا۔ نواب نے حقیقتاً اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سے کام لیا۔

فیروزپور میوات کی سرحد پر واقع ہے جو صدیوں سے ایک شورش پسند خطہ مشہور ہے وہاں نواب کے حکم کی تعمیل کرنے میں سرفروشوں کی کمی نہ تھی۔ نواب نے کریم خاں المعروف بھر مارو کو منتخب کیا۔

1834ء میں کریم خاں دہلی آیا اور دریا گنج میں مقیم رہ کر فریزر کے خصائل کا مشاہدہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ قتل شب میں کیا جائے تاکہ فراری کا مناسب

کریم خاں
(عطیہ مالک رام صاحب)

امکان ہو سکے۔ فریزر سرکاری قیامگاہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر تھی اور اب ہندو راؤ کے نام سے مشہور ہے سکونت پذیر تھا۔

"کریم خاں مع ایک میو ملازم انیا نامی فریزر کی تاک میں رہا اور موقع کا منتظر رہا۔ لیکن اس کو بوقت شب تنہا نہ پایا۔ آخر تین ماہ کے بعد مایوس ہو کر فیروزپور واپس چلا گیا۔ نواب گو محتاط تھا لیکن سنگدل کریم خاں کو سختی کے ساتھ حکم دے کر واپس بھیجا کہ وہ شب کو موقع پا کر گولی مار دے۔ اس مرتبہ کریم خاں نے اپنی سکونت سکندر صاحب کے مکان کے قریب کشمیری دروازہ میں اختیار کی۔

کریم خاں نے اپنی تاک جھانک کو دو چند کر دیا۔ آخر کار اس کو معلوم ہوا کہ 13 مارچ کو فریزر ہندو راؤ کوٹھی کے قرب وجوار میں ایک دعوت میں شریک ہوگا۔ کریم خاں فریزر کے راستے ہی سڑک پر تاک میں بیٹھ گیا لیکن اس شب کو فریزر کی سواری دوسرے راستے سے گئی اور کریم خاں اس مرتبہ پھر مایوس ہو کر کشمیری دروازہ اپنی قیامگاہ پر چلا گیا۔ 22 مارچ کو نواح شہر میں راجہ کشن گڈھ نے دعوت دی۔ کریم خاں پھر (فریزر) کا منتظر رہا۔ اور اس مرتبہ وہ ناکامیاب نہیں رہا۔ تقریباً 11 بجے شب کو ایک گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور گھوڑے سرپٹ دوڑنے کی آواز بھی سنی اور دیکھا تو یہ دیکھا کہ جیکومنٹ کا دوست فریزر دہلی سلطنت میں مردہ پڑا ہے۔ اس کے بعد ہی تلاش (مجرم) کی گئی۔"

کریم خاں نے اپنے گھوڑے کے نعلوں کو الٹ کر تبدیل کر دیا۔

تاکہ گھوڑے کے نشانات شناخت نہ ہو سکیں۔ وہ علی الصباح شہر میں داخل ہوا اور واصل خاں کے مکان میں روپوش ہو گیا۔ اپنی بندوق کنوئیں میں پھینک دی۔ اس کا شریکِ جرم (آنیا) فیروز پور بھاگ گیا تھا۔ چونکہ وہ گنوار تھا لہٰذا کسی نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ لیکن کریم خاں (جان لارنس) کی نگاہوں میں تھا جو اس وقت ایک نامعلوم ضلع کا افسر تھا۔

سر دست شہادت واقعات متعلقہ کریم خاں کے خلاف کچھ اور نہ تھا۔ لیکن کریم خاں کے شریکِ جرم آنیا میو کی غیر حاضری نے حالات کا سلسلہ قائم کر دیا۔ اگر نواب تدبر سے آنیا کو پناہ دیتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ لیکن کریم خاں کی گرفتاری کی خبر نے نواب کو مغموم کر کے شہادت اور غیر یقینی شہادت کے مدوجزر میں مبتلا کر دیا۔ آنیا کو اپنے قتل کے مذاکرہ کا علم ہوا۔ وہ عین وقت پر اپنے گاؤں سے ہوتا ہوا فرار ہو گیا۔ اور پہاڑی کی طرف چلا گیا۔ اور کچھ عرصے تک ادھر ادھر پھر کر فیروز پور میں آ گیا اور ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے آپ کو بطور گواہ سلطانی پیش کر دے۔ یہاں سے یہ قصہ سیدھا سادہ جاتا ہے۔ نواب کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان سے ان کے خطوط مرسلہ بنام کریم خاں کے متعلق جواب طلبی کی گئی۔ تلاش کرتے ہوئے ایک کٹی ہوئی بندوق برآمد ہوئی۔ علاوہ ازیں آنیا کی شہادت ہی نواب کے لئے زہر قاتل تھی۔ 3 اکتوبر 1835ء کو نواب اور کریم خاں کو کشمیری دروازے کے باہر پھانسی دی گئی۔

" نواب صاحب لباس شہید یعنی سبز پہنے ہوئے تھے اور ایک زاہد نے

اعلان کیا کہ آخر میں جسم قبلہ رخ ہو گیا۔

نواب شمس الدین احمد خاں کی نماز جنازہ آٹھ ہزار کے مجمعے کے ساتھ دہلی کے مشہور عالم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے مولانا شاہ محمد اسحاق نے پڑھائی۔ قدم شریف میں دفن ہوئے۔

کریم خاں اور انیا دونوں میو تھے اور رہا گھوڑ رپا پال سے تھے۔ جو فیروز پور جھرکہ کے مغرب میں ریاست الور میں آباد تھی۔ یہ علاقہ ضلع گوڑگانوہ سے ملا ہوا ہے۔

مقامی حالات سے پتہ چلتا ہے۔ موتی اور مدی بیگم گھاٹا بستی نزد فیروز پور جھرکہ کے ایک میو کی دو لڑکیاں تھیں۔ ایک مہم کے سلسلے میں گاؤں خالی ہو گیا اور راجہ بختاور سنگھ ان دونوں لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ دونوں لڑکیاں کنواری تھیں۔

مدی بیگم کے متعلق ناصر الدین احمد خاں نے اپنی نانی زمانی بیگم کے حوالے سے بتلایا کہ اس کی عمر شادی کے وقت بیس سال سے کم تھی۔

موتی بیگم جو بختاور سنگھ کے حرم میں تھیں مدی بیگم کی بہن تھی اور نجارہ میں موسی کے محلات کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں

ان حالات کی روشنی میں مالک رام صاحب کا یہ بیان کہ مدی بیگم اور موسی طوائف تھیں صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے۔

انیا کے متعلق مالک رام صاحب نے لکھا ہے " انیا کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ اپنے زمانے کے بہترین اور تیز دوڑنے والوں میں تھا۔ اس نے چوبیس گھنٹوں

میں اسی۔ نوے ۹۰ میل کی مسافت طے کر کے اگلے دن شام کے وقت ساری روداد (قتل فریزر) نواب صاحب کے گوش گزار کر دی "

میو قوم اور جدّوجہد آزادی 1857

۱۰ رمئی 1857 کو انبالہ اور میرٹھ میں فوجی بغاوت شروع ہوئی۔ ۱۱ رمئی کو یہ ایک سیاسی تحریک بن کر شروع ہو گئی۔ 13 رمئی کو جب بغاوت کرنے والے گروہ دہلی اور میرٹھ سے ضلع گوڑگانوہ کی سرحد میں داخل ہوئے تو یہ تحریک ایک عام بغاوت کی شکل اختیار کر چکی تھی جسے رائے عامہ کی حمایت حاصل تھی۔ گوڑگانوہ کے ڈپٹی کمشنر۔ ڈبلیو۔ فورڈ (W. FORD) چار پانچ کلرکوں اور افسران کو لے کر براستہ کھونڈسی سیلانی۔ پلول ہوتے ہوئے متھرا کے لئے روانہ ہو گئے اور ان جگہوں پر جو کسٹم افسران تعینات تھے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ضلع گوڑگانوہ میں انگریزی حکومت کے تمام نشانات مٹ چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ضلع کے دیہات میں خصوصًا میوات میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

میو قوم اس بغاوت میں ایک بہت بڑی تعداد میں شامل ہو گئی میو لیڈروں اور چودہریوں نے بہادر شاہ کو شہنشاہ تسلیم کرتے ہوئے خطوط لکھے اور شاہی ہدایات کے مطابق میوات کے دیہات کا انتظام اور کاروبار ہوتا رہا۔ مئی کے آخر ہفتہ تک میوات کے تمام دیہات کی

آبادی بہادر شاہ کے ساتھ تھی - لیکن میوات کے قصبوں اور شہروں میں رہنے والی آبادی مقامی افسران اور مالدار لوگوں کی وجہ سے جن پر نظر عنایت ہو چکی تھی انگریزوں کے ساتھ تھی -

میوؤں کی بڑی بڑی جماعتوں نے ان قصبوں پر حملے کئے - چنانچہ تاوڑو - سوہنہ - فیروز پور جھرکہ - پونہانہ اور پنگواں کے قصبات آسانی سے زیر کر لئے گئے - لوٹ اور تباہی عمل میں آئی قصبہ نوح میں سخت مقابلہ کرنا پڑا - کیونکہ مقامی پولیس اور خانزادوں نے مل کر لڑائی میں حصہ لیا لیکن آخر کار مغلوب ہو گئے - نوح کے خانزادوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا - اس کے بعد ہوڈل کے راوت جاٹوں اور ہتھین کے راجپوتوں پر جن کے متعلق یقین تھا کہ انگریزوں کے مددگار ہیں - ہوڈل کے سراوت جاٹوں - سیولی کے پٹھانوں اور میوؤں نے ملکر حملہ کیا - یہ لڑائی کئی ماہ تک چلتی رہی اور انگریزوں کے وفاداروں کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے - راوت جاٹوں کی مدد کے لئے انگریزی فوج کا ایک دستہ ہوڈل بھیجا گیا - انگریز دلکے وفاداروں اور فوجی دستہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا - لیکن میوؤں نے ان کا بالکل صفایا کر دیا -

ماہ جون کے وسط میں میجر - ڈبلیو - ایف - ایڈن کو جو جے پور میں پولیٹیکل ایجنٹ تھے میوات میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا - انکے ساتھ چھ ہزار فوجی سپاہی اور سات توپیں تھیں اور وہ دہلی جا رہے تھے - انہوں نے دیکھا کہ میوات ان کے راستہ میں رکاوٹ تھی - کیونکہ اس علاقے میں

بغاوت ہونے کی وجہ سے حالات قابو سے باہر تھے - اس لئے انھوں نے دہلی جانے سے پہلے باغی میوؤں سے نپٹنے کا فیصلہ کر لیا - یہ باغی لوگ کسی وقت بھی دہلی کے لئے جہاں انگریزی فوج مقیم تھی خطرہ بن سکتے تھے - ان حالات کے باوجود 25 رجون کو چار سو میو مجاہدوں کا ایک دستہ دہلی گیا -

میجر ایڈن کی فوج کا ہزاروں مسلح لوگوں نے سوہنہ اور تاؤڑو کے درمیان نہایت سختی سے مقابلہ کیا - اگر انگریزی فوج کے پاس آرٹیلری بندوقیں نہ ہوتیں تو اس کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا - ایڈن کی فوج نے بہت سے گاؤں تباہ کر دیئے - یہ فوج سوہنہ میں تین دن ٹھہری - یہاں مسٹر فورڈ جنہیں یورپین افسران میونہ سے لے کر آیا اور وہ بھی ایڈن کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے - سوہنہ سے یہ فوج پلول کی جانب روانہ ہو گئی اور پلول - ہوڈل کے درمیان کافی عرصے تک مقیم رہی - لیکن بیماری - بے اطمینانی اور فوجوں میں بغاوت کے آثار دیکھ کر مسٹر ایڈن اگست 1857 میں جے پور لوٹنے کے لئے مجبور ہو گئے -

میجر ایڈن کی فوجوں کی واپسی سے حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے - 20 ستمبر 57 دہلی فتح ہو گئی - لیکن اس خبر سے بھی حالات بہتر ہونے کی شکل نہیں دکھائی دی، اس لئے 12 ر اکتوبر کو پندرہ سو سپاہیوں کی ایک فوج جسکے پاس ایک ہلکی فیلڈ بیٹری - چند 18 پونڈ کی توپیں -

اور اکیس (21) مارٹرز بھیں بریگیڈیر جنرل (SHOWERS) شورز کی ماتحتی میں بھیجی گئیں تاکہ باغی میو۔ گوجر۔ رانگھڑ۔ اہیر اور حکمراں شہزادوں کو سزا دیکر ضلع گوڑگانوہ میں امن بحال کیا جا سکے۔

اکتوبر کے ماہ میں بریگیڈیر جنرل شورز اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنیکی کوشش کرتے رہے۔ جنرل نے نواب جھجر۔ دادری۔ فرخنگر اور راجہ بلب گڈھ کو گرفتار کر لیا اور ان کی فوجوں کو منتشر کر کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

میوات کے حالات کو سدھارنے کے لئے مسٹر کلیفورڈ (CLIFORD) اسسٹنٹ کلکٹر نے ان کی مدد کی۔ کلیفورڈ کی بہن کو باغیوں نے ننگا کر کے اسے توپ گاڑی سے باندھ کر چاندنی چوک میں گھسیٹا اور بادشاہ کے لڑکے کی موجودگی میں قتل کر دیا۔ اس لئے ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان کی بہن کی باغیوں نے قتل کرنے سے پہلے عصمت دری کی ہوگی۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ یکے بعد دیگرے میو دیہات جلائے گئے، اور دیہات کے گرد و نواح کے علاقے کو جلا کر تباہ کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ جو کوئی ملا اسے قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ لیکن مسٹر کلیفورڈ اپنے اس وحشیانہ اور ظالمانہ کام کو زیادہ عرصہ تک جاری نہ رکھ سکا۔ کیونکہ اس کو رائسینہ اور محمد پور کے میوؤں نے قتل کر دیا۔

بریگیڈیر جنرل شورز نے دور دور تک آگ لگائی اور لوگوں

کو قتل کیا۔ مارو ہیڑہ اور تاؤڑو کے درمیان تمام گاؤں جلا دیئے گئے اور ان گاؤں کے باشندوں کو نہایت بے رحمی سے گولی سے اڑا دیا گیا۔ تاؤڑو قصبہ میں جو بیران پڑا تھا ایک سو بیس آدمی مارے گئے۔ سوہنہ سے چند میل کے فاصلے پر سخت مقابلہ ہوا۔ ایک میو گاؤں کے باشندوں نے بالمقابل لڑکر انگریزی فوج کے ساٹھ سپاہی مارے، ایک بہادر میو لڑکا کا نوجوان کا واقعہ یہ ہے کہ ایک جسیم اور بہادر میو تھا۔ اس کے پاس شیلڈ اور تلوار تھی اسے ایک نشیب جگہ میں جو پہاڑ میں ہمارے نیچے بھی گھیر لیا۔ اس میو کو مارنے کے لئے بیس گولیاں چلائی گئیں لیکن وہ بہادر آدمی مستقل مزاجی سے ایک چٹان سے کود کر دوسری چٹان پر جاتا تھا۔ اس بہادر آدمی نے اپنے اس بہادری کے کرتب کا مظاہرہ کافی دیر تک کیا اور آخر کار مارا گیا۔

اس فوجی دستے نے سوہنہ اور تاؤڑو کے گرد و نواح کے علاقے کو باغیوں سے صاف کر کے یہ کام ایک گورکھا رجمنٹ کے سپرد کیا جو کیپٹن ڈرومنڈ کے ماتحتی میں کام کر رہی تھی۔ یہ دستہ براستہ بلب گڈھ دہلی چلا گیا۔

بریگیڈیر جنرل شورز نے جو حالات اپنی گوڑگانوہ مہم کے بارے میں لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں۔ جب میں ضلع گوڑگانوہ کی حدود میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آپ کو دشمنوں کے ملک میں پایا۔ کیمپ کے دوران اور سفر کرتے وقت دشمنوں کے گھوڑا سواروں سے ہر وقت حملے کا خطرہ رہتا تھا جب کسی گاؤں کے پاس سے گزرتے تھے تو گاؤں والوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا۔ اس لئے ہر وقت دشمن سے چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ یہ بات صاف

تھی کہ لوٹ مار کے مال کی حفاظت دوسرے درجہ پر آتی تھی۔ کیونکہ پہلا کام اپنی زندگیوں کی حفاظت کرنا تھی۔

نومبر 57 کے تیسرے ہفتہ میں کیپٹن ڈرومنڈ کو سوہنہ۔ ہتھین۔ پلول کے مقامی افسران نے اطلاع دی کہ ہزاروں میو اور کئی سو کیویلری کورٹ اور روپڑاکا کے نزدیک اکٹھے ہو کر چند دن سے ان راجپوت دیہات پر حملہ کر رہے تھے جو انگریزی گورنمنٹ کے وفادار تھے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ کے خزانے کو جو پلول میں تھا لوٹنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

گھاسیڑہ کے نزدیک میلاد اس کے مقام پر انگریزی سپاہ تھی میوؤں نے اس پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف جا کر انگریزی فوج نے گاؤں میں آگ لگا دی۔ انگریزی فوجوں کو نقصان پہنچا کر میو پیچھے ہٹ گئے۔

کیپٹن ڈرومنڈ ایک چھوٹی سی فوجی جماعت کو لے کر فوراً روپڑاکا کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں فسٹ پنجاب انفنٹری کی ایک کمپنی نے بلب گڑھ سے آ کر اس فوجی جماعت کی طاقت میں اضافہ کر دیا۔ اس فوج نے سوہنہ۔ روپڑاکا کے راستہ پر جو گاؤں پڑتے تھے جلا دیئے۔ اور ان کی فصلیں تباہ کر دیں ان بدقسمت گاؤں کی فہرست میں (میو گاؤں) پچانکا۔ گورپور۔ بالپوری۔ چلّی۔ اٹاوڑ۔ کورٹ۔ مگلا۔ میٹھا کا کھلوکا گرراکسر۔ مالوکا۔ جھانڈہ (تھانہ ہتھین) وغیرہ شامل تھے۔ جب یہ فوج روپڑاکا پہونچی تقریباً 3500 میو اور کچھ دوسرے لوگ گاؤں کے سامنے کھڑے تھے۔ میو بہادری سے لڑے اور ان کے چار سو آدمی مارے

گئے۔ کامیابی انگریزی فوج کو ہوئی۔ کیونکہ ان کے پاس نئے اور بہترین قسم کے ہتھیار تھے اور میوؤں کے پاس پرانی قسم کے ہتھیار تھے۔ اس لڑائی سے یہ فائدہ ہوا کہ میو قوم کے دیہات جلانے کی وجہ سے ان کی طاقت منتشر ہو گئی اور جاٹوں کے ان دیہات کو جو انگریزی حکومت کے مددگار تھے ان کو میو قوم کے حملوں سے نجات مل گئی۔

نومبر 57ء کو ایک باغی میو گروہ نے ایک میو لیڈر صدرالدین کی سرکردگی میں پنگواں پر حملہ کر دیا۔ ایک انگریزی فوج کیپٹن ریمزے (RAMSAY) کی ماتحتی میں فوراً پلول اور گوڑگانوہ سے بھیجی گئی۔ یہ فوج 29 نومبر کو پنگواں پہونچ گئی۔ باغی لوگ مہوں گاؤں میں مقیم تھے۔ انگریزی فوج بھی اس گاؤں کے لئے روانہ ہو گئی اور دوسرے دن صبح سات بجے پہنچ گئی۔ میو باغیوں نے حفاظتی جنگ کی۔ دوپہر تک گولیاں چلتی رہیں۔ اس کے بعد انگریزی فوج نے گاؤں پر گولہ باری کی۔ اور گورکھا رجمنٹوں نے گاؤں پر تین طرف سے حملہ کیا اور جلد ہی مہوں گاؤں پر قبضہ کر لیا اور اسے آگ لگا دی جس کی وجہ سے گاؤں تباہ ہو گیا۔ اس لڑائی میں اس گاؤں کے اٹھائیس آدمی مارے گئے جن میں صدرالدین کا لڑکا بھی تھا۔ گردو نواح کے دیہات کے بیالیس (42) آدمی مارے گئے۔

میکفرسن (MACPHERSON) جوائنٹ مجسٹریٹ گوڑگانوہ جو مہوں مہم کے نگراں تھے۔ انھوں نے حالات کا جائزہ لے کر لکھا ہے۔ "میں اُسے ایک کامیاب مہم سمجھتا ہوں۔ ستّر باغی مارے گئے۔

باغی بہت کم تعداد میں اکٹھے ہوئے، لیکن جس طریقے سے انھوں نے مقابلہ کیا میرے لئے بہت بڑی حیرانی کی بات ہے۔"

میوات کی اس آخری بغاوت کو کچلنے کے بعد اور واپسی سے پہلے فوجی حکام نے فیصلہ کیا کہ ان لوگوں اور دیہات کو جن پر بغاوت میں حصہ لینے کا شبہ تھا سخت سزائیں دے کر مثالیں قائم کر دی جائیں۔ شاہ پور بائی کھیڑہ - کھیڑلا - چیتوڑہ - ناہری کا - گوجر ننگلا - بابر پور - کھیڑی وغیرہ دیہات کو آگ لگا کر انکا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ننگواں کے گرد و نواح کے دیہات کا بھی یہی حشر ہوا۔ کیونکہ انھوں نے باغی میو لیڈر صدر الدین کی مدد کی تھی اور برٹش گورنمنٹ کو مالگزاری دینے سے انکار کر دیا تھا۔

چند دیہات کے نمبرداروں اور چودھریوں کی زمین ایکٹ XXV مجریہ 58-1857ء کے ماتحت ضبط کر لی گئیں کیونکہ ان لوگوں نے باغیانہ تحریکوں کی مدد کی اور سخت ضرورت کے وقت انگریزی حکومت کی مدد نہیں کی۔ اس سلسلے میں میو قوم کے گاؤں جھاڑسہ - کھیڑلی جلال پور - ڈیلا شکراوہ گھاگھس - کھیڑلی - پرگنہ نوح کے عام دیہات کی زمین ضبط کر لی گئی۔ دو سو پینتیس لوگوں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ کیونکہ ان لوگوں نے بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ باغی لوگوں اور دیہات پر جرمانے بھی کئے گئے۔

الور:- 1867 - میو باغی گروہوں نے اکٹھے ہو کر جگہ جگہ ریاست کے گوداموں اور ذخیروں میں آگ لگا دی لیکن قصبات اور دیہات کو لوٹنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

ضلع گوڑگانوہ میں آزادی کے پروانوں کو ختم کرنے کے لئے جو رسالہ راجہ الور نے بھیجا تھا اسے دوہا اور دواؤلی کے میوؤں نے ختم کر دیا۔ اس پاداش میں دوہا کے میوؤں کو سزائیں دے کر ان کی زمینیں ضبط کر لی گئیں۔

"20 اکتوبر 1857ء کو نینی تال میں انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے علی خاں میواتی کی قیادت میں نواب بہادر خاں نے ایک لشکر روانہ کیا۔ ملکی غداروں کی وجہ سے انگریزوں کو عارضی فتح حاصل ہوئی۔ علی خاں میواتی نے مولانا احمد اللہ کی شہادت کے بعد مجاہدوں اور زمینداروں کی ایک جماعت لے کر راجہ پوئیں (دہلی پھیت) پر حملہ کیا۔ کیونکہ اس نے مولانا کو دھوکا دے کر شہید کر دیا تھا۔" (غلام رسول)

علی خاں میواتی نے پہاڑ گنج (دہلی بھیت) کے ایک معزز میو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بھائی کا نام شہزاد خاں تھا۔ دونوں بھائیوں نے انگریزوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ اس خاندان کے اب چاند خاں اور حبیب خاں کے نام قابل ذکر ہیں۔

حصار جون 57ء - پانچ فوجی کمپنیوں نے جو یہاں مقیم تھیں بغاوت کی اور تین سو میو بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ ضلع کلکٹر کو قتل کر کے خزانہ لوٹ کر دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ بادشاہ بہادر شاہ نے جیل کے قریب ان باغیوں کو ٹھہرایا اور ان کے لئے ضروریات مہیا کرنے کا حکم دیا۔ (منشی جیون لال) بہجر خاں میواتی 1857 کے معرکوں میں شہید ہوئے۔

دہلی میں میو قوم کا ایک خاندان دلیسولا۔بہالا۔ (الور) سے آکر دہلی کے گاؤں سلالی باغ میں آباد ہو گیا۔ غدر 1857ء سے پہلے اس خاندان کا ایک فرد کھبورے خاں میواتی بہت صاحب اثر تھا اور اس کا نام کتابوں میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ 11 مئی 1857 کو مٹکاف۔سی۔ٹی صاحب نے اس کے مکان پر آکر پناہ ڈھونڈی۔

کیونکہ دہلی میں انگریزوں کا قتل عام ہو رہا تھا۔ کھبورے خاں اور اس کے دو راجپوت ساتھیوں پورن سنگھ اور ہمت سنگھ نے اصول مہماں نوازی کے مطابق اس کی دیکھ بھال میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مٹکاف صاحب کے اصرار کرنے پر کھبورے خاں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے 16 مئی 1857ء کو انھیں صحیح سلامت نواب جھجر کے پاس پہنچا دیا۔ لیکن حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے انھیں حصار کی طرف جاکر مسٹر سکنرز (SKINNERS) کے مکان پر جاکر پناہ لینی پڑی۔

کھبورے خاں کے خاندان میں چوہدری حیات خاں پہلے میو تھے جو پنجاب اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔

1947ء کے بعد ماسٹر نواب خاں اسی خاندان کے ایک فرزند لوگوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں دلچسپی لیتے رہے ہیں اور اسی وجہ سے تمام فرقے کے لوگوں میں ہر دلعزیز ہیں۔

—— • ——

انقلاب 1857ء کے بعد میو قوم نے عارضی طور پر اپنی سرگرمیاں بند کر دیں۔ کیونکہ انگریزی حکومت نے راجہ الور اور بھرت پور کی مدد سے میوؤں کو دبانے کی بہت زیادہ کوشش کی۔ میو قوم تقریباً ایک ہزار سال تک غیر ملکی طاقتوں سے مقابلہ کرتے ہوئے تھک گئی اور اب "انتظار کرو اور دیکھو" کے اصول پر کاربند ہوتے ہوئے زراعت کے کاموں میں مشغول ہو گئی تاکہ ماضی کی تلخ یادیں بھلائی جا سکیں۔

ملک میں ظلم و تشدد کی وجہ سے سرکاری افسران کا بہت زیادہ رعب تھا۔ تحصیلدار اور تھانیدار بہت بڑے افسر شمار ہوتے تھے انگریز ڈپٹی کمشنروں اور پولیس کپتانوں کو پورے اختیار حاصل تھے اور ان عہدوں پر ملکی افسران کا تقرر نہیں ہوتا تھا۔ علاقہ میوات میں ظلم و تشدد زیادہ ہوتا تھا اور میو تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر کاربند ہوتے ہوئے افسران کے ساتھ مار پٹائی کر دیتے تھے۔ اس قسم کے واقعات اس علاقے میں اکثر ہوتے تھے۔

1899-1900ء میں میوات میں زبردست قحط پڑا۔ لاکھوں مویشی اور ہزارہا انسان موت کے شکار ہو گئے۔ قحط زدگان کی مدد کے لئے تالاب کھدوائے گئے اور سڑکوں پر کام کرایا گیا تاکہ لوگ مزدوری حاصل کر کے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ میوات میں اب تک کہا جاتا ہے۔ "پھر مت آئیو چھپنیا کال"

1903ء میں پہلی مرتبہ پلیگ کی بیماری ظاہر ہوئی اور اس کے

بعد 1924ء میں بھی یہ بیماری دوبارہ نمودار ہوئی۔

1911ء میں دہلی کا شاہی دربار ہوا۔ دہلی قریب ہونے کی وجہ سے میو ایک بہت بڑی تعداد میں دربار دیکھنے کے لئے گئے۔ اس دربار کی وجہ سے مزدوروں اور دستکاروں کو کافی کام کرنے کے لئے ملا۔ کلکتہ کے بجائے دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ بن گیا۔ تحصیل بلب گڑھ دہلی کی بجائے ضلع گوڑگانوہ میں شامل کر دی گئی۔

1914ء میں جنگِ عظیم شروع ہوئی جو چار سال تک رہی۔ میو بہت بڑی تعداد میں فوج میں بھرتی ہوئے۔

1919ء میں رولٹ ایکٹ کے سلسلے میں میوات کے قصبہ جات سوہنہ، نوح، پونہانہ وغیرہ میں ہڑتال ہوئی۔ جن کی وجہ سے عام لوگوں کو اس تحریک سے واقفیت ہو گئی۔

1930 کی ستیہ گرہ کے سلسلے میں شری روپ لال مہتہ اور سید مطلبی فریدآبادی علاقہ میوات میں کام کرتے تھے۔ چوہدری عبدالحئی گھوڑادلی میو ورکر تھے اور کئی دفعہ گرفتار ہوئے۔

میو قوم اور مذہبی رواداری

میو قوم نے تقریباً ایک ہزار سال ہوئے اسلام قبول کیا۔ لیکن مذہب کی تبدیلی کا ان کی سیاسی۔ سماجی اور تمدنی زندگی پر بہت کم اثر پڑا جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ قوم ہندو مسلم کلچر کا مشترکہ نمونہ پیش کرتی رہی ہے دوسرے میوات کے اندر اور باہر رہنے والی ہندو اقوام سے ان کے تعلقات نہایت خوشگوار رہیں۔

1857 کی جنگ آزادی۔ دوران اور اس سے قبل ملک میں رہنے والی اقوام مذہبی رواداری کی بہت قائل تھیں۔ باغی میو گروہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی نوح کے خانزادے اس لئے لوٹے اور قتل کئے کہ وہ انگریزی حکومت کے وفادار تھے۔ ہوڈل کے راوت جاٹوں سیولی کے پٹھانوں اور میووں نے ہوڈل کے راوت جاٹوں اور ہتھین کے راجپوتوں پر اس لئے مل کر حملہ کیا کہ وہ انگریزی فوجوں کی مدد نہ کریں۔ راؤ تلارام کی سرکردگی میں میووں اور اہیروں نے مل کر کوٹ پرگنہ کے راجپوتوں پر حملہ کیا۔ یہ راجپوت نواب فرخنگر کے ایماء پر راؤ تلارام کے علاقے کے انتظام میں مخل ہوتے تھے۔

راجہ ناہر سنگھ بلب گڑھ نے اپنے قلعے کے اندر سنگ مرمر کی مسجد بنوائی اور اپنے پارک کے نزدیک ایک عیدگاہ بنوائی۔ بلب گڑھ سے مسلمان آبادی 1947ء میں منتقل ہوگئی، لیکن وہاں کی ہندو آبادی نے مسجد اور عیدگاہ کو محفوظ رکھا۔ گوڑگانوہ کنال عیدگاہ کے نزدیک سے گزرتی ہے۔ اس عیدگاہ اور مسجد کی مرمت لوگوں کے تعاون سے ماسٹر نواب خاں موضع رنبیڑہ کھیڑہ بلب گڑھ نے کرائی ہے۔ یہ عمارتیں اب اچھی حالت میں ہیں۔

میو قوم اور جاٹ قوم کی مذہبی رواداری کے سلسلے میں پنڈت سندر لال سکریٹری ہندوستانی کلچر سوسائٹی الہ آباد کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔

پنجاب کی ایک اور خاص گھٹنا گوڑگانوہ ضلع کے مسلمان میووں اور ہندو جاٹوں کی لڑائی تھی۔ یہ گھٹنا اپنے ڈھنگ کی بالکل انوکھی تھی۔ مسلمان میو اور ہندو جاٹ اس ضلع میں پڑھیوں سے اچھے پڑوسیوں کی طرح میل ملاپ سے ساتھ رہتے آئے ہیں۔ اس بار کی مصیبت میں کچھ ہندو فرقہ پرستوں نے باہر سے آکر جاٹوں کو بھڑکانا شروع کیا۔

کچھ مسلمان فرقہ پرستوں نے میوں کو بھڑکانا شروع کیا دونوں میں تناتنی بڑھنے لگی۔ آخر دونوں میں لڑائی ہوگئی۔ میو لوگوں کے گاؤں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور ایک ہی علاقہ میں ہیں لیکن قریب ہر میو گاؤں میں جب کہ بہت بڑی تعداد میوں کی ہے تھوڑے بہت گھر ہندوؤں کے بھی ہیں۔ ان کے علاقے سے ملتا ہوا علاقہ جاٹوں کا ہے۔ جاٹوں کے ہر گاؤں میں بھی جب کہ

بہت بڑی تعداد ہندو جاٹوں کی ہے تھوڑے بہت گھر مسلمان جاٹوں کے بھی ہیں۔ یہ لڑائی کئی دن جاری رہی۔ اس تمام لڑائی میں میوں گاؤں کے ہندو میوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملاکر ہندو جاٹوں سے لڑے، اسی طرح جاٹ گاؤں کے مسلمان جاٹ ہندو جاٹوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملاکر میوں سے لڑے۔ کسی بھی گاؤں کا ایکا نہیں ٹوٹا۔ لڑنے والوں کی تعداد دونوں طرف دس ہزار تھی۔ یہ لوگ دن میں لڑتے تھے۔ کئی دن گزر گئے۔ اس لڑائی کے دوران میں کسی دن بھی نہ کسی میو نے کسی عورت یا بچے کو ہاتھ لگایا اور نہ کسی جاٹ نے اس پرانی مریادا کو توڑا۔ آخر ایک دن شام کو دونوں نے محسوس کیا کہ اس بھائی بھائی کی لڑائی سے کسی کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ اگلے دن لڑائی بند رہی۔ ضلع مجسٹریٹ کو بلایا گیا۔ مجسٹریٹ اور فوجی افسروں کی موجودگی میں مسلمان میوں اور ہندو جاٹ دونوں نے قسم کھائی کہ اب ہم ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے۔

میں 5 نومبر 47ء کو گوڑگانوہ ضلع کے ان گاؤں میں گیا۔ میو اور جاٹ بڑے پریم سے مل کر رہ رہے تھے۔"

(پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ ص 16-17)

نوٹ:- پنڈت جی نے مسلمان جاٹوں کا لفظ سہواً لکھ دیا ہے۔ یہاں صرف لفظ مسلمان تصور کیا جائے۔ کیونکہ جاٹ دیہات میں مسلمان جاٹ آباد نہیں ہیں۔"

1947ء کے فسادات کے دوران ٹھاکر دیبی سنگھ ہتھین تحصیل ٹھاکر

ہتھین اور پنڈت پورن ہتھین، ہندو مسلم رواداری کے قائل تھے۔ یہ لوگ دولھے خاں کے مقدمہ کی پیروی کے لئے پلول گئے۔ واپس آتے وقت ان چاروں کو ہندو فرقہ پرستوں نے قتل کر دیا۔ دیپا سنگھ کا خاندان ابتک ان روایات کا حامی ہے۔

سری رام شرما نے لکھا ہے، ریاست الور میں میووں نے ہندو مسلم جھگڑا راجہ کے خلاف کھڑا کر دیا جسے آخر گدی سے اترنا پڑا۔

(ہریانہ اتہاس۔ ص 125 (اردو)

میو قوم کے حالات اور ان کی روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرما جی نے یہ نظریات واقعات کی بناء پر قائم نہیں کئے ہیں پنڈت جی کو الور تحریک کے تمام حالات کا مطالعہ کر کے لکھنا چاہئے تھا اس میں شک نہیں کہ پنڈت جی ایک پرانے سیاسی کارکن ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ایک اچھے مؤرخ بھی ہوں اس لئے میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ سہواً لکھا گیا۔

الور تحریک مزارعان نے 33-1932 میں چلائی۔ ڈاکٹر محمد اشرف (الور) سید مطلبی فرید آبادی اس تحریک سے منسلک تھے، ریاست الور اور ملحقہ اضلاع انگریزی حکومت کے اعداد و شمار ان ہی حضرات کے ذریعے فراہم کئے گئے۔ یہ دونوں حضرات اس وقت ترقی پسند گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔

ریاست الور میں میو قوم کی آبادی تمام زراعت پیشہ اقوام سے

زیادہ تھی اور یہ ریاست کے نصف سے زیادہ قابلِ زراعت رقبے پر قابض تھے۔ اس لئے یہ تحریک میو قوم کے نام سے وابستہ ہو گئی۔

یہ تحریک مزارعان کی مدد کے لئے جاری کی گئی تھی، لیکن انگریزی حکومت کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ نے اس تحریک کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا اور یہ تحریک مہاراجہ کی علیحدگی کے بعد کچل دی گئی۔

اصل حالات یہ ہیں کہ مہاراجہ الور ایک قابل۔ آزاد خیال اور ترقی پسند آدمی تھے۔ مہاراجہ نے بنارس ہندو یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جن کی بنا پر۔ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا فوراً حرکت میں آ گیا اور مزارعان کی مانگ کی ایک معمولی تحریک کو اہمیت دے کر مہاراجہ کو گدی سے الگ کر کے جلاوطن کر دیا۔

گوڑگانوہ ڈسٹرکٹ کانفرنس پلول میں انگرم اسٹیٹ کے مزارعان کی شکایات دور کرانے کے لئے منعقد ہوئی۔ پنڈت جیون لال جو بعد میں کانگریسی ایم۔ ایل۔ اے چنے گئے۔ اس اسٹیٹ کے منیجر تھے۔ پنڈت سری رام شرما۔ سید مطلبی فرید آبادی اور دوسرے کارکنان نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ شکایت کرنے والے مزارعوں میں میو دیہات بھی تھے۔ شرما جی نے مزارعین کی مدد کی۔

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ شرما جی نے الور کے مزارعان کی مانگ کو غلط تبلایا ہے۔ کیونکہ وہاں ایک اپنے ملک کے راجہ حکمران تھے۔ لیکن انگرم اسٹیٹ میں مزارعان کی مدد کی کیونکہ یہ ایک انگریز

ریاست تھی - حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی اصول کارفرما تھا۔

میوات میں تعلیمی رجحانات

1857 کی جنگ آزادی کے بعد میو قوم ملک کی دوسری قوموں کی طرح حالات کا جائزہ لیتی رہی - انگریزی حکومت نے میو آبادی کے علاقے میں تعلیمی آسانیاں مہیا نہیں کیں ۔ کیونکہ اس قوم نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کردی تھی - بیسویں صدی کے شروع میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے صرف گوڑگانوہ اور ریواڑی میں دو گورنمنٹ سکول تھے ۔

چوہدری محمد لیسین نے مشن کالج سے بی ، اے کا امتحان پاس کیا ۔ اور وہاں انگریز مشنری کے تعلیمی کاموں کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور میوات میں ایک ہائی اسکول کھولنے کا خیال ظاہر کیا اور اپنے چند بزرگوں سے مشورہ کیا - ان حضرات میں حاجی چھوٹے خاں (رخانپور) چوہدری مالے خاں (بچانکا) اور منشی یوسف خاں کے نام قابل ذکر ہیں - میوات میں میو قوم کا ایک گروہ ہائی اسکول جاری کرنے کے خلاف تھا - اس لئے میو چوہدریان بغیر حکومت کی مدد کے اس کام کو نہیں کر سکتے تھے ۔

ضلع گوڑگاؤں گانوہ میں مسٹر ایف ، ایل - برین ڈپٹی کمشنر تھے جن کو دیہات سدھار کے کام کرنے کا بہت شوق تھا - آپ نے مخالفت کے باوجود میو سکول

کے لئے روپیہ اکٹھا کیا اور گورنمنٹ پنجاب کے نام سے زمین حاصل کی جس کا اندراج کاغذات مال میں موجود ہے۔

میو سکول کی ابتدا چوہدری کی کوٹھی میں ہوئی اور بعد میں یہ سکول ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول کی عمارت میں منتقل ہو گیا۔

28 مارچ ۱۹۲۳ء کو میاں فضل حسین وزیر تعلیم نے سکول کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا اور سکول کی شاندار عمارت بہت جلد تیار ہو گئی۔ سکول نئی عمارت میں منتقل ہو گیا اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی عمارت بطور بورڈنگ ہاؤس استعمال ہونی شروع ہو گئی۔ سکول کے شاندار نتائج اور کھیلوں میں کامیابی کی وجہ سے اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ ریاست الور اور بھرت پور اضلاع بلند شہر متھرا اور رہتک سے طالب علم آتے تھے۔ شروع کے سالوں میں گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے ہیڈ ماسٹروں کی تقرریاں ہوتی تھیں۔ سکول کے قواعد و ضوابط کے مطابق گورنمنٹ کو سکول کے معاملات میں دخل انداز ہونے کا حق ہے۔

سکول کے ابتدائی زمانے میں میاں مشتاق احمد ایڈووکیٹ سکول کے منیجر اور آنریری سکریٹری تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد یہ کام چوہدری محمد یٰسین خاں پلیڈر کے سپرد ہوا۔

1932-33ء کی الور تحریک کے بعد چوہدری محمد یٰسین خاں کی مخالفت شروع ہو گئی اور وہ اپنے مخالفین کے ساتھ مصالحت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈپٹی کمشنر گوڑگانوہ اور وزیر تعلیم نے سکول کے معاملات میں

دخل اندازی کی اور 1938ء کے قریب سکول مولوی احمد جان اور ان کے دوستوں کے قبضہ میں آگیا اور مولوی احمد جان چوہدری محمد یٰسین خاں کو شکست دے کر پنجاب اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی احمد جان خاں بہادر سردار محمد خاں چوہدری محمد یونس خاں و چوہدری سہراب خاں سنگار۔ چوہدری عبد الرحیم باندھولی اور صوبیدار محمود الحسن 1947ء کے انقلاب کے بعد پاکستان چلے گئے اور مخالفین کے میدان میں نہ ہونے کی وجہ سے چوہدری محمد یٰسین خاں اکیلے رہ گئے لیکن عمر کے تقاضے اور صحت خراب ہونے کی وجہ سے ان میں کام کرنے کی صلاحیت تقریباً ختم ہو چکی تھی۔

1948ء کے بعد چوہدری صاحب نے سکول کے معاملات کی طرف بہت کم توجہ دی اور 1963ء کے بعد کنارہ کشی اختیار کر لی یا ان کے لڑکے نے اپنے لئے سیاسی میدان بنانے کے لئے انھیں اسکول سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ بہر حال سکول کے بانی نے اپنی زندگی ہی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور سکول کا قومی کیرکٹر ختم ہو گیا۔

1948ء کے بعد چوہدری رحمت خاں بی۔ اے۔ بی۔ ٹی (خانپور) چوہدری محمد حسین بی۔ اے۔ بی۔ ٹی (پاپڑہ) اور مولوی عبد الکریم گھاسیڑہ نے میو قوم میں تعلیمی رجحانات پھیلانے کے لئے بہت کام کیا اور ساتھ ہی میوات میں ترقی پسند خیالات پھیلانے کی کوشش کی۔

مولوی عبد الشکور صاحب نے میو قوم میں بیداری پیدا کرنے کے

لئے آفتابِ میوات کا اجراء کیا۔ یہ ایک ہفتہ وار رسالہ تھا۔ اور کئی سال
تک گھاٹے کے باوجود اسے چلاتے رہے 1939 میں ڈاکٹر محمد موسیٰ خاں نے
اس پرچے کے دوبارہ اجراء اور غریب میو طلباء کو وظائف دینے
کے لئے میری معرفت روپیہ دیا۔ لیکن یہ رسالہ تقریباً ایک سال کے بعد
دوبارہ بند ہو گیا۔

علاقہ میوات میں جگہ جگہ گورنمنٹ ہائی اسکول کھلنے کی وجہ سے میو
قوم میں تعلیمی رجحان بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ قوم اس میدان میں دوسری
زراعت پیشہ اقوام کے ساتھ نہیں چل رہی ہے۔

میو قوم انقلاب "1947" کے بعد

انگریزوں کو تقریباً ڈیڑھ سو سال حکومت کرنے کے بعد 1947
میں بھارت چھوڑنا پڑا۔ اور ملک کے باشندوں کو ایک طویل جدوجہد
کے بعد آزادی حاصل ہوئی لیکن انگریزی حکومت نے جانے سے پہلے ایسے
حالات پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے ملک میں جگہ جگہ فسادات شروع ہو گئے۔ گاندھی
جی نے ان تمام جماعتوں اور لوگوں کا جو فرقہ وارانہ فسادات کے حامی تھے
جرأت سے مقابلہ کیا اور فرقہ پرست لوگوں نے اسی بناء پر گاندھی جی کو گولی
مار کر شہید کر دیا۔ آپ نے ملک کی بہتری کے لئے جان دی۔ اور امر ہو گئے۔ ان
کی موت نے لوگوں کو خوابِ غفلت سے جگا دیا۔ اور حالات میں تیزی سے
سدھار ہونا شروع ہو گیا۔

علاقہ میوات پر بھی فرقہ وارانہ فسادات کا بہت زیادہ اثر ہوا۔
اور بحالتِ مجبوری لاکھوں لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر کیمپوں میں آ گئے۔
میو قوم کی اکثریت ناسازگار حالات کے باوجود اپنے وطن عزیز کو چھوڑنے
کے لئے تیار نہیں تھی۔ گاندھی جی دہلی میں تھے۔ اس لئے ان کو بھی میو قوم کے حالات
معلوم ہوئے۔ آپ مقبرہ ہمایوں کیمپ میں میو پناہ گزینوں سے ملنے گئے

چنانچہ ان کی دہلی ڈائری میں لکھا ہے

"آپ میووں سے ملنے کے لئے پناہ گزین کیمپ میں گئے جو مقبرہ ہمایوں کے نزدیک تھا۔ میووں نے گاندھی جی کو بتلایا کہ ان کو الور اور بھرتپور ریاستوں سے نکال دیا گیا۔ انھوں نے یہ بھی بتلایا کہ وہ صرف اس کھانے پر گزارہ کر رہے تھے جو ان کو مسلمان دوست بھیج رہے تھے۔ گاندھی جی جانتے تھے کہ میو بہت جلد جوش میں آ کر تکالیف کا سبب بن سکتے تھے لیکن اس کا یہ علاج نہیں تھا کہ ان کو پاکستان ان کی مرضی کے خلاف بھیج دیا جائے۔ بلکہ صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کر کے ان کی کمزوریوں کا علاج بیماریوں کے علاج کی طرح کیا جائے۔

دوسری دفعہ گاندھی جی 9 دسمبر 1947ء کو میووں کے ایک گاؤں گھاسیڑہ میں جو دہلی۔ الور سڑک پر دہلی سے بیالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے تشریف لے گئے اور لوگوں کو خطاب کیا۔ آپ کے ساتھ پنجاب کے چیف منسٹر ڈاکٹر گوپی چند بھارگو تھے۔ دہلی ڈائری میں یہ واقعات اس طرح درج ہیں۔

آج شام پرارتھنا کے بعد گاندھی جی نے حاضرین کو بتلایا کہ وہ ان میووں سے ملنے گئے جو بے گھر ہو گئے تھے۔ ان کی ایک بہت بڑی تعداد الور اور بھرتپور ریاستوں سے نکال دی گئی۔ کچھ لوگ پاکستان چلے گئے۔ باقی ڈانواڈول تھے اور یہ فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ آیا وہ پاکستان جائیں یا اپنے ملک میں رہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند میرے ساتھ تھے

اور انھوں نے لوگوں کو یقین دلایا کہ جو میو اپنے ملک میں رہنا چاہیں ان کا حق ہے کہ وہ یہاں رہیں۔ ان کی حکومت ان کے جان و مال کی حفاظت کرے گی۔ گاندھی جی نے کہا کہ وہ تبادلۂ آبادی کے حق میں نہیں تھے، لاکھوں مردوں عورتوں اور بچوں کو ان کے گھر سے نکالنا برا کام تھا۔ ان عجیب بے کے حالات میں یہ سوچنا کہ کس نے زیادتی کی بیکار تھا۔ اس قسم کی باتوں سے امن قائم نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ خوشی سے پاکستان جانا چاہتے تھے انھیں جانے کی آزادی تھی اور کوئی ان کو نہیں روک سکتا تھا۔ میو ایک لڑاکا قوم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میو ایک جرائم پیشہ قبیلے سے ملتے جلتے ہیں۔ اگر یہ الزام صحیح بھی ہو تو پھر بھی گورنمنٹ ان کو ملک سے نہیں نکال سکتی ہے۔ ان حالات میں ٹھیک طریقہ یہ ہوگا کہ ان کی (میووں) اصلاح کی جائے۔ اور انہیں ایک اچھا شہری بننے کی ترغیب دی جائے"۔

گاندھی جی کو میو قوم کے حالات سن سن کر اس قوم سے ہمدردی اور دلچسپی ہو گئی۔ یہ اس بیان سے ظاہر ہے۔

ایک اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ میووں نے ریواڑی کے ہندوؤں پر حملہ کر دیا ہے۔ گاندھی جی اس خبر کو پڑھ کر پریشان ہو گئے۔ دوسرے دن اخبار میں پڑھا یہ خبر غلط تھی۔ گاندھی جی بہت خوش ہوئے۔

گاندھی جی - دہلی ڈائری

ص 267-37-5

گاندھی جی کو میو قوم سے جو دلچسپی تھی اس کی بناء پر پنجاب اور راجستھان گورنمنٹ کے رویہ میں ایک بڑی تبدیلی آگئی اور میو پناہ گزینوں نے پاکستان جانے کا ارادہ بدل دیا۔

بھرتپور اور الور کے راجاؤں نے ایک سکیم کے ماتحت میو قوم کو ان ریاستوں سے یکے بعد دیگرے نکالا۔ 21-20 جون کے بعد بھرتپور ریاست میں بستے والے میوؤں اور سندھوؤں کو اپنے گھربار چھوڑ کر ضلع گوڑگانوہ کی سرحدوں کی طرف آنا پڑا۔ پندرہ ہزار پناہ گزین۔ میواں اور سنگار کی سرحد پر جمع ہو گئے۔ میوؤں کا نکاس کئی دن تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ تمام میو آبادی اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھرت پور کے علاقے سے آگئی اس کے بعد میو قوم ریاست الور سے نکالی گئی اور پناہ گزینوں کو ریواڑی - فیروزپور جھرکہ اور نوح کی طرف آنا پڑا۔

ضلع گوڑگانوہ میں فسادات سرحدوں پر ہوئے جہاں میو، جاٹ اہیر اقوام کے دیہات کی سرحدیں ملتی تھیں۔ ہندو آبادی میوات میں بالکل محفوظ تھی۔ خاص بات یہ تھی کہ ان دنوں میں کسی دن بھی کسی میو نے ہندو عورت، یا بچے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس سلسلے میں پنڈت سندر لال کا بیان پہلے دیا جا چکا ہے۔

بھرت پور اور الور کے میوؤں نے ضلع گوڑگانوہ کے میو دیہات میں آکر پناہ لی اور اس علاقے کا ہر ایک میو گاؤں پناہ گزینوں کا ایک

کیمپ بن گیا۔ یہ لوگ اپنا سب کچھ لٹا کر آئے تھے اور ان کے دل میں نفرت و انتقام کے جذبات کا ہونا ایک قدرتی بات تھی اس لئے اس بات کا امکان تھا کہ میو آبادی کے علاقے کی فضا دوبارہ خراب ہو جائے لیکن لوگوں نے مستقل مزاجی سے کام لیا اور کوئی ناخوشگوار بات نہیں ہوئی۔ تفصیلات کے لئے (while memory sarves
کا مطالعہ کیجئے) F. Tucker

جو لوگ پاکستان نہیں گئے وہ کافی عرصہ تک ضلع گوڑگانوہ کے میو دیہات میں رہے جو میو پاکستان سے واپس آنا چاہتے تھے انہیں آنے کی اجازت تھی۔ جولائی ۱۹۴۸ء میں اجڑے ہوئے لوگوں کا مرکزی حکومت نے شمار کرایا اور اس کے بعد آبادکاری کا کام شروع ہو گیا۔ نوح میں یونائیٹڈ کونسل اوف ریلیف اینڈ ویلفیئر پنجاب گورنمنٹ اور راجستھان گورنمنٹ کے دفتر کھل گئے جو جولائی ۱۹۴۸ء کی مردم شماری کی بناء پر سند آبادکاری دیتے تھے۔

یونائیٹڈ کونسل کے انچارج شری ستیم بھائی تھے اور آبادکاری کے سلسلے میں نہایت محنت اور ایمانداری سے کام کرتے تھے۔ پنڈت جیون لال ایم۔ ایل۔ اے نے ضلع گوڑگانوہ کے اجڑے ہوئے میوؤں کے لئے بہت کام کیا جو لوگ شمار سے رہ گئے تھے ان کی تصدیق کی جگہ جگہ جا کر لوگوں کی شکایات دور کراتے تھے۔ ضلع کے فرقہ پرست افسران پنڈت جی کے اس رویئے سے خوش نہیں

تھے۔ جن کا اظہار افسروں نے کئی دفعہ میرے سامنے کیا۔ ایک ڈپٹی کمشنر کا تبادلہ پنڈت جی نے انہی وجوہات کی بناء پر مرکزی حکومت سے کرایا۔ میں اکثر پنڈت جی کے ساتھ رہتا تھا اور میرے خیال میں پنڈت جی نے قابل تعریف کام کیا۔

مولوی محمد ابراہیم جو جنگ آزادی کے پرانے سپاہی ہیں اور آگے چل کر راجستھان اسمبلی کے کانگریس ٹکٹ پر ممبر چنے گئے۔ بھرت پور اور الور کے کاموں میں لگے رہتے تھے۔

میں اور چوہدری محمد یٰسین خاں شری سیتم بھائی اور پنڈت جیون لال کے مددگار تھے۔ ہم اجڑے ہوئے لوگوں کا نظریہ ان کے اور گورنمنٹ افسران کے سامنے رکھکر الجھے ہوئے مسائل کا حل تلاش کرنے میں مدد کرتے تھے اور ضروری خط و کتابت لوگوں کے نمائندوں کی حیثیت سے کرتے تھے۔ ضرورت کے وقت شری سیتم بھائی اور پنڈت جیون لال کے ساتھ جاتے تھے، آباد کاری کا کام کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ ان تمام کوششات کے باوجود کچھ لوگ بغیر بسے ہوئے رہ گئے۔

آباد کاری کے بعد ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں سب سے پہلے تعلیم کا مسئلہ آتا ہے۔ میو قوم نے 1924ء میں ایک ہائی سکول جاری کیا تھا پناہ گزینوں کی وجہ سے اس کا فرنیچر۔ کتب لائبریری اور سامان سائنس تباہ ہو گیا اور اسکول کے تمام اساتذہ ریکارڈ لے کر پاکستان چلے گئے۔

میں نے فروری 48ء میں سکول کی آباد کاری کی طرف دھیان دیا چوہدری

نصیر الدین پریذیڈنٹ سکول تھے اور چوہدری محمد یٰسین خاں آنریری سکریٹری تھے۔ چند میو اساتذہ اکھٹے کئے گئے اور سکول کے کام کی نئے سرے سے ابتدا کی گئی۔ سکول کے کام کو چلانے کے لئے فنڈز کی ضرورت تھی اور عہدیداران انتظامیہ کمیٹی اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ چوہدری خورشید احمد دھوج نے سکول کی مالی امداد کے لئے پہل کی اور اپنے دوستوں چودھریان رمضان۔ نواز خاں اور یعقوب ساکنان دھوج وغیرہ سے ان کے لڑکوں کی شادیوں کے سلسلے میں پندرہ سو روپے (1500) دلائے اور اس طرح ابتدائی اخراجات کا سوال حل ہو گیا۔

مسٹر مدھا ڈپٹی کمشنر گوڑگانوہ نے اساتذہ سکول کی کوششات کو بہت سراہا اور سکول کی مالی حالت کو سدھارنے کے لئے روپیہ اکھٹا کرایا۔ آگے چل کر سردار پرتاپ سنگھ کیروں چیف منسٹر پنجاب نے سکول کے معاملات میں دلچسپی لی اور سکول کے لئے فنڈز افسران مال حسب قواعد سکول اکھٹا کرنے لگے۔

میں نے بارہ سال بطور ہیڈ ماسٹر سکول کام کر کے دسمبرہ 60ء میں استعفےٰ دیدیا اور دوسرے ترقیاتی کاموں میں لگ گیا جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شری ایل۔ سی۔ پنڈت ڈپٹی کمشنر گوڑگانوہ اور میں نے نوح میں ایک کوآپریٹو مارکیٹنگ کم پروسیسنگ سوسائٹی جاری کرنے کی سکیم بنائی تاکہ کاشتکاروں کو ان کے خام مال کی اچھی قیمت مل سکے۔ اس علاقہ کی سرسوں

کلکتہ اور یوپی کی منڈیوں میں جاتی ہے کیونکہ اسمیں تیل زیادہ نکلتا ہے - اس سکیم کے سلسلے میں بول
انسران اور محکمہ کوآپریٹو پنجاب نے بہت کام کیا اور 21 جے 56 کو سردار پرتاپ سنگھ کیروں نے اس
سوسائٹی کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا - مرکزی حکومت کے محکمہ کوآپریٹو نے یوپی گورنمنٹ کے محکمہ
انڈسٹری کو لکھا کہ اس سوسائٹی کے لئے مکمل سکیم تیار کرے جو میں نے کانپور جا کر تیار کرائی - پنجاب
میں اپنی قسم کا بہترین ادارہ بن گیا - 1967ء میں راؤ بریندر سنگھ کی علیحدگی کے بعد یہ ادارہ چند وجوہات
کی بنا پر کام نہیں کر سکا اور مجھے بھی اس ادارے سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی - 1967ء میں محکمہ
کوآپریٹو ہریانہ نے اس ادارہ کو ایک سال کیلئے اسکا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن راؤ بریندر سنگھ
کی ملی جلی وزارت نے یہ احکامات التوا میں ڈال کر سوسائٹی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا - اب یہ ادارہ
دوبارہ ہریانہ گورنمنٹ نے سنبھال لیا ہے -

ضلع گوڑگانوہ میں میو آبادی کے علاقہ میں شری روپ لال مہتہ صدر
کانگریس اور شری ودیا رتن جنرل سیکریٹری کے تعاون سے پہلی دفعہ (1951)
میں میں نے کانگریس آرگنائزیشن کا کام شروع کیا - اس سے پہلے بھی یہ ہر دو حضرات
اس علاقے میں چھوٹے پیمانے پر کام کر رہے تھے لیکن میں نے بڑے پیمانے پر
اور باقاعدہ کام شروع کیا اور 1952ء سے لے کر 1962ء تک پنجاب
صوبہ کانگریس کمیٹی کا ممبر اور اے - آئی - سی - سی کا ڈیلی گیٹ چنا گیا -
1967ء تک بطور وائس پریذیڈنٹ ضلع گوڑگانوہ کا کام کیا - ایک بہت
ہی دلچسپ بات یہ ہے کہ کانگریس ہائی کمانڈ نے میو آبادی کی اسمبلی نشستوں
نوح اور فیروزپور جھرکہ کے لئے میوات سے باہر کے علاقے کے کانگریسی ممبر
اور میوات میں رہنے والے غیر کانگریسی امیدوار کو کانگریس پارٹی کا ٹکٹ دیا
جس کی وجہ سے کارکنوں نے کانگریس آرگنائزیشن کے تنظیمی کاموں میں دلچسپی لینی چھوڑ دی -

سردار پرتاپ سنگھ کیروں اور راؤ بریندر سنگھ حلقہ جات نوح اور
فیروزپور جھرکہ میں جہاں میو قوم کی اکثریت ہے ترقیاتی کام کرنا چاہتے تھے
لیکن ان کے راستے میں دو رکاوٹیں تھیں - مولوی عبدالغنی ایم - ایل - اے نوح
سے سردار صاحب کے اختلافات تھے اور چوہدری محمد یٰسین خاں ایم - ایل - اے
فیروزپور جھرکہ بہت کم اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے کیونکہ ان کی
صحت خراب تھی - سردار صاحب کو ایک ایسے کارکن کی تلاش تھی جو ان دونوں
حضرات کی جگہ کام کر سکے - میں پنجاب صوبہ کانگریس کا ممبر تھا اور مولوی
صاحب کے مقابلے میں چنا گیا تھا اس لئے ان حلقہ جات کے ترقیاتی کاموں
میں ان حضرات کا مجھے پورا تعاون حاصل تھا - اس زمانے میں تحصیلات
نوح فیروزپور جھرکہ میں سڑکیں بنا کر بڑے بڑے گاؤں کو ایک دوسرے سے
ملا دیا گیا - بجلی مہیا کی گئی - اور دیہات میں پینے کے پانی کا انتظام کیا گیا -

. . . .

گوڑگانوہ کنال کی ابتدا ہوئی جو میو دیہات کو سیراب کرتی ہے
1961ء میں راؤ بریندر سنگھ اور سردار پرتاپ سنگھ میں اختلافات ہوگئے
راؤ صاحب وزارت سے برخاست کر دیئے گئے - میں راؤ صاحب کے
ساتھ تعاون کرتا رہا اور یہ بات سردار صاحب کو پسند نہیں تھی اور اسی
بنا پر مجھے 1962ء کے جنرل انتخابات کے لئے کانگریس پارٹی کا ٹکٹ نہیں
دیا گیا - سردار صاحب کا اصول تھا کہ میدان سیاست میں پرانے ساتھیوں
کی جگہ نئے آدمیوں کو ملنی چاہئے تاکہ توازن قائم رہ سکے -

1962ء کے جنرل انتخابات کے لئے کانگریس پارٹی نے مولوی عبدالغنی
کی جگہ چوہدری خورشید احمد کو نامزد کیا اور چوہدری محمد یٰسین کی جگہ
ان کے لڑکے چوہدری طیب حسین کو پارٹی کا ٹکٹ دیا۔ دونوں کانگریسی
امیدوار کامیاب ہو گئے۔

کانگریس ہائی کمانڈ کے اس فیصلے سے میو رائے دہندگان خوش نہیں
تھے۔ پال اور گوتوں کا جذبہ ابھر آیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کو میوات کا
دورہ کرنا پڑا۔ سردار پرتاپ سنگھ نے حلقہ فیروزپور جھرکہ میں مولوی عبدالغنی
کو ہرانے کے لئے تمام ذرائع استعمال کئے۔ مولوی صاحب کی شکست سردار
پرتاپ سنگھ کیروں کے زوال کا سبب بن گئی۔ چوہدری خورشید احمد
ایم۔ ایل۔ اے جو ایک ذہین اور ایماندار نوجوان تھے۔ سردار صاحب
سے علیحدگی اختیار کر کے مولوی صاحب کے مددگار بن گئے۔ سردار صاحب
کی وزارت سے علیحدگی کے بعد خورشید احمد صاحب نے دوبارہ کانگریس پارٹی میں شرکت
کر لی۔

1967ء کے انتخابات تک میو قوم کے رائے دہندگان میں سیاسی بیداری
ہو چکی تھی فیروزپور جھرکہ حلقہ کے رہنے والے رائے دہندگان نے مانگ
کی کہ اس حلقہ کے رہنے والے جھر کلوت امیدوار کو ٹکٹ دیا جائے۔ پنڈت
بھگوت دیال نے اس سلسلے میں بہت کوشش کی لیکن انہیں کامیابی حاصل
نہیں ہوئی اور چوہدری طیب حسین ہی کانگریسی امیدوار نامزد کئے گئے لیکن
رائے دہندگان نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا۔ چنانچہ چوہدری دین محمد

چوہدری محمد یٰسین خان صاحب ایک جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں اور چوہدری محمد اشرف خان صاحب ایم۔ اے۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں سے بات چیت کر رہے ہیں۔
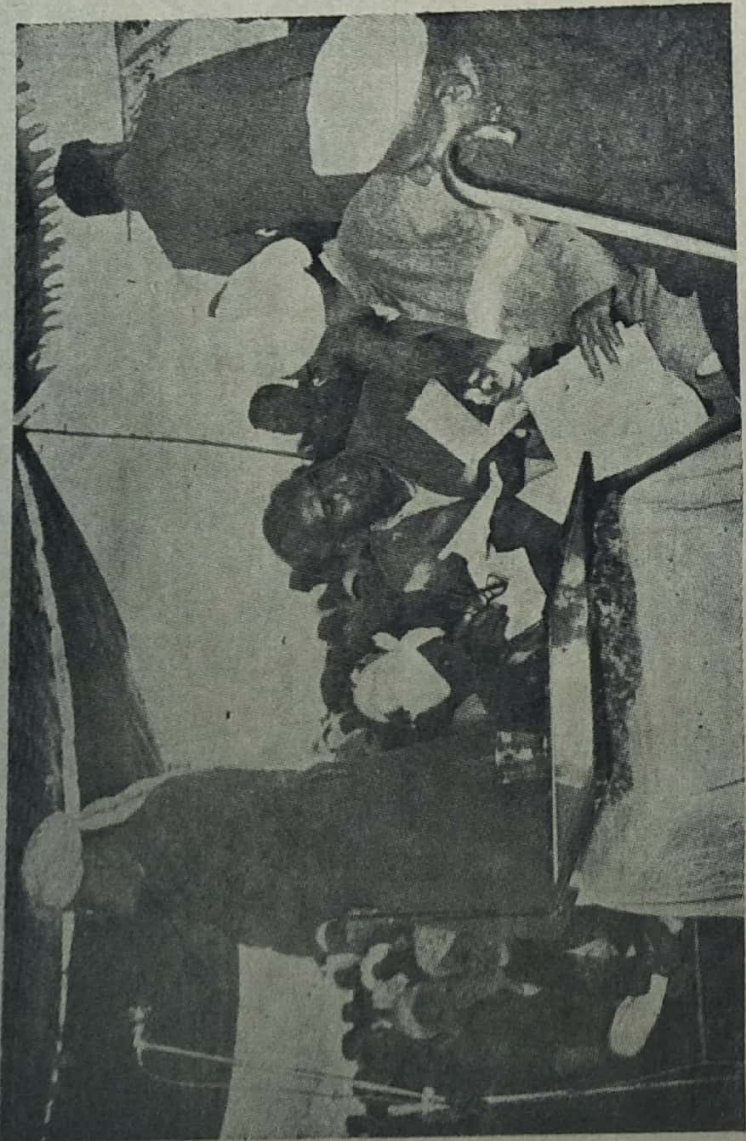
ایم۔ اے ایڈووکیٹ نے کانگریس امیدوار کو شکست دی۔ ان حالات کا نوح کی نشست پر بھی اثر پڑا اور چوہدری رحیم خاں چنے گئے۔

ہریانہ میں سیاسی استحکام نہ ہونے کی وجہ سے مئی 1968ء میں درمیانی عرصے کے چناؤ ہوئے۔

نوح اور فیروزپور جھرکہ نشستوں کے لئے کانگریس امیدواروں کا فیصلہ پیچیدہ بنا دیا گیا۔ چوہدری طیب حسین وشال ہریانہ پارٹی کے ممبر ہوتے ہوئے بھی کانگریس ٹکٹ کے امیدوار تھے کیونکہ انہیں دہلی میں رہنے والے چند لیڈروں کی مدد حاصل تھی۔ آخرکار چوہدری طیب حسین کو نظر انداز کرنا پڑا اور ان دونوں نشستوں کے لئے چوہدری خورشید احمد اور چوہدری امام خاں کانگریس امیدوار نامزد کئے گئے۔

چوہدری خورشید احمد حلقہ اسمبلی نوح سے ممبر چنے گئے لیکن چوہدری امام خاں ہار گئے۔ کیونکہ ان کو اپنی انتخابی مہم چلانے کے لئے بہت کم وقت ملا دوسرے کانگریس ہائی کمانڈ کو ڈانواڈول دیکھ کر لوگوں کا رجحان آزاد امیدوار چوہدری عبدالرزاق کی طرف ہو گیا تھا۔ جن کو کامیابی ہوئی۔

شری طیب حسین نے کانگریس آرگنائزیشن سے اپنے خاندان کا دیرینہ رشتہ ختم کر کے کانگریس امیدوار شری کنہیا لال پوسوال کی مخالفت میں وشال ہریانہ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ لیکن راؤ بریندر سنگھ کی مدد کے باوجود ہار گئے۔ حلقہ نوح اور ہتھین سے بھی وشال ہریانہ پارٹی کے

امتیار زار ہار گئے۔

ماہ جون 68 کے پہلے ہفتہ میں ہریانہ کیبنٹ کی تشکیل ہوئی۔ اور چوہدری خورشید احمد کیبنٹ منسٹر مقرر کئے گئے۔

1960ء میں پنجاب میں پہلی دفعہ پنجاب وقف بورڈ بنایا گیا پنجاب گورنمنٹ نے پانچسال کے لئے مجھے اس کا ممبر نامزد کر دیا۔ میں نے زیادہ سے زیادہ میو طلباء کو وظیفے دلائے تاکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں ممبران بورڈ کا مجھے پورا تعاون حاصل تھا۔

میں ڈی نوح۔ گوڑگانوہ سنٹرل کوآپریٹو لمیٹڈ گوڑگانوہ کا پریذیڈنٹ چنا گیا۔ میں نے نوح بلب گڈھ اور فیروز پور میں برانچوں کی عمارتوں کی سخت ضرورت محسوس کی۔ نوح برانچ کی بلڈنگ بنانے کی فوراً منظوری دی گئی اور عمارت بن گئی۔ دوسری برانچوں میں عمارتیں اب تک نہیں بن سکی ہیں۔

1965 میں پاکستان نے ہمارے ملک پر اچانک حملہ کر دیا۔ فرقہ پرست لوگوں اور جماعتوں نے میو قوم کی تاریخ اور اس کے جذبہ حب الوطنی کو بھلا کر شک کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا۔ لیکن ہماری گورمنٹ نے فرقہ پرست لوگوں کی باتوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔ میوؤں نے قول و فعل سے پاکستان گورمنٹ کی مذمت کی۔ کئی لاکھ روپیہ اکٹھا کر کے فوجیوں کی مدد کے لئے دیا گیا۔ علاقہ میوات میں امن رہا اور زندگی کے تمام کاروبار نہایت اطمینان سے ہوتے رہے۔

—— • ——

تمدنی

میو قوم کی تہذیب اور اس کا تمدن دوسری زراعت پیشہ اقوام سے مختلف ہے۔ جن کی وجہ سے اس قوم نے اپنی انفرادیت کو قائم رکھا اور اسی وجہ سے اس قوم کے تاریخی حالات کے ساتھ ساتھ اس قوم کا تمدن بھی دلچسپی کا سبب بنا رہا ہے، ان کے کلچر میں ہندو مسلم رسم و رواج ساتھ ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ ملک میں رہنے والی دوسری قوموں کے ساتھ اس قوم کے شادی وغیرہ کے رشتے نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں نہایت سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص سماج کے اس قانون کو توڑتا تھا تو اس کو برادری سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ ان پابندیوں کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس قوم میں دوسری آریائی یا غیر آریائی اقوام کے خون کی آمیزش نہیں ہو سکی ہے۔ میواتی تہذیب و تمدن میں زیادہ تر ملک کی پرانی روایات کی عکاسی پائی جاتی ہے۔

بیاہ شادی کا طریقہ پرانا ہی چلا آ رہا ہے۔ البتہ نکاح خوانی کی رسم کی پابندی کی جاتی ہے۔ برات تین دن قیام کرتی ہے اور کھانے میں شکرانہ دیا جانا ضروری ہے۔ شادی کے لئے گوتوں کا بچانا نہایت ضروری ہے۔ برات کو کھانا کھلاتے وقت عورتیں گاتی رہتی تھیں

لباس میں پہلے میو مرد دھوتی اور کمری کا استعمال کرتے تھے سردی کے موسم میں اوڑھنے کی چادر کو دوہر کہتے تھے کیونکہ یہ دوہری پرت کی ہوتی تھی۔ یہ تمام کپڑے شدھ کھادی سے بنائے جاتے تھے کیونکہ گھروں میں سوت کاتنے کا عام رواج تھا۔ کپڑا بننے کا کام ہر گاؤں میں ہوتا تھا۔ عورتیں بھی خاص قسم کے کپڑے پہنتی تھیں جن کا رواج ملک کی دوسری قوموں میں نہیں تھا۔ خاص قسم کے گھاگھرے اور دوپٹے ہوتے تھے جن پر ریشم سے کڑھائی کا کام ہوتا تھا۔ عورتیں کڑھائی کا کام خود کرتی تھیں۔ ان کپڑوں کے نام میواتی زبان میں، گدگا۔ لہاسی اور چول اور کرتی وغیرہ تھے۔ عورتوں کے روزانہ اوڑھنے کی چادر کو لوگرا کہتے ہیں ان لباسوں میں عورتیں نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ مسٹر الیف۔ ایل۔ بیرین ڈپٹی کمشنر گوڑگانوہ نے اپنی بیوی کے لئے میو عورتوں جیسا لباس تیار کرایا تھا اور اسے انگلینڈ اپنے ساتھ لے گئے۔

سامان سفر کے لئے ایک نہایت خوبصورت اور چوکور ٹوکری استعمال کی جاتی تھی اور اسے کھرولا کہتے ہیں۔ عورتیں اسے سر پر رکھ کر سفر کرتی تھیں۔ سر پر توازن قائم رکھنے کے لئے اینڈھی استعمال کی جاتی ہے پانی لانے کے لئے مٹکا اور گھڑیاں استعمال کی جاتی ہیں اور ان کو جھگھڑ کہتے ہیں۔ پانی لانے کے لئے عورتیں اکٹھی ہو کر کنویں پر جاتی ہیں۔ میو قوم میں مسلمان تہواروں کے علاوہ ہولی کا تہوار منانے کا رواج

اب تک پایا جاتا ہے۔ لیکن اب پہلے کی طرح جوش و خروش سے نہیں منایا جاتا ہے۔

تمدّنی

میلے میو قوم اور دوسری قوموں کے ملے جلے ہوتے تھے جن میں مرد عورتیں اور بچے بہت بڑی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔ یہ دراصل سوشل اجتماع ہوتے تھے اور اس خیال سے ان کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی تھی۔ ان میلوں میں کشتیاں ہوتی تھیں جن میں دور دور کے پہلوان شرکت کرتے تھے۔ اب بھی میو قوم میں یہ رواج ہے کہ کشتیوں کے دنگل میں شرکت کرنے کے لئے تمام ضروری کام بند کر دیئے جاتے ہیں۔

نوجوان اور بچے، کبڈی۔ گلی ڈنڈا۔ آنکھ مچولی اور ہاٹر دوس (گیند اور ڈنڈے) بڑے شوق سے کھیلتے ہیں۔ گیند کپڑے کی بنی ہوتی ہے اور ڈنڈے درختوں سے کاٹے جاتے ہیں جن کا ایک سرا مڑا ہوا ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہاکی، سٹک اور گیند نے اس دیہاتی کھیل کی شکل اختیار کر لی ہے اور اب ہاکی ایک باقاعدہ کھیل بن گیا ہے۔

محرم کے منانے کا اس قوم میں عجیب رواج ہے۔ پتہ نہیں اس کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی۔ کھانے کے لئے چاول اور کھیر وغیرہ پکائی جاتی ہیں۔ عورتیں اور بچے کپڑے پہن کر تعزیہ گاہ میں جاتے ہیں۔ اس جگہ کے نزدیک جہاں تعزیہ ہوتا ہے عورتیں ایک طرف اکٹھی ہو کر سینہ پر ہاتھ

مارتی ہیں اور المیہ گیت گاتی ہیں میواتی زبان میں اس طریقۂ ماتم کو ہیدا کہتے ہیں۔

دوسری طرف مرد ایک دائرے کی شکل میں گھومتے رہتے ہیں اور "ہائی دوس،، (دھو کا ہوا) کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں۔ یہ کبھی المیہ جذبات کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ماتم کرنے کے اس عجیب نظارے کا اندازہ صرف دیکھنے سے ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں مرد، عورتیں اور بچے سب شامل ہوتے ہیں۔ اب محرم کے موقعوں پر ماتم کرنیکا طریقہ مٹتا جا رہا ہے۔

محرم کے ایام میں رات کے وقت نوجوان اور بوڑھے اکٹھے ہو کر پٹہ بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس میں چوکنا ہو کر اپنا بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے جو ڈنڈے استعمال ہوتے ہیں ان پر چمڑا چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس اکھاڑے میں شرکت کرنے کے لئے استاد کی اجازت لینی پڑتی ہے جو اس فن کا ماہر ہوتا ہے۔

میووں کی خوراک سادہ ہوتی ہے۔ پہلے دودھ اور گھی کا استعمال بہت زیادہ کیا جاتا تھا۔ زیادہ تر سبزیاں اور ساگ وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں، گوشت اگر مل جائے تو شوق سے کھاتے ہیں۔ لیکن لیکن روزانہ استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ مہمان نواز ہیں اگر کوئی اجنبی بھی آجائے تو اسے بھی شوق سے کھانا کھلاتے ہیں۔

تعلیم کا کم رواج ہے لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر قدامت پسند ہیں اور ترقی پسند

رجحانات بہت کم پائے جاتے ہیں۔ چند سال سے تعلیمی رجحان بڑھ رہا ہے۔

میو زراعت پیشہ ہیں اس لئے مرد۔ عورتیں۔ لڑکے، لڑکیاں کھیتی باڑی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ چند سال سے اچھے بیجوں اور کیمیائی کھادوں کے استعمال کا رواج بڑھ رہا ہے۔

علاقہ میوات میں اب پرانا رواج تبدیل ہو رہا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا سماج اور تمدن لے رہا ہے میو قوم کے رہن سہن کے طریقوں، لباس اور ضروریات زندگی میں کافی تبدیلیاں آچکی ہیں۔ گاؤں گاؤں میں پنچایتی اور پرائیویٹ ریڈیو سیٹ ہیں۔ دنیا کے حالات روزانہ سنتے ہیں۔ اخبارات بھی پڑھتے ہیں اس لئے شعوری اور غیر شعوری طور پر سیاسی بیداری آرہی ہے، گورنمنٹ کے پنچایتی راج نے پرانے پنچایتی سسٹم کو ختم کرنا شروع کر دیا ہے۔

میواتی مرد:- رنگ گندمی ہوتا ہے۔ آنکھیں کالی ہوتی ہیں۔ قد عام طور سے پانچ یا چھ فٹ کے درمیان ہوتے ہیں ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ محنتی ہوتے ہیں۔ جرأت اور ہمت کا جذبہ ان میں قدرت نے ودیعت کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے خطرات کا سامنا نہایت دلیری سے کرتے ہیں۔ ملک کی تمام قوموں سے زیادہ آزادی پسند ہیں۔ زراعت کا کام نہایت اچھی طرح کرتے ہیں دستکاری کی طرف رجحان بالکل نہیں ہے۔

میواتی خواتین:- رنگ عموماً گندمی اور جسم چھریرا ہوتا ہے

ان کے خط و خال دلکش ہوتے ہیں۔ میو مردوں کی طرح نڈر اور بہادر ہوتی ہیں۔ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بچوں کو گھر پر چھوڑ کر میدان میں مردوں کے لئے کھانا اور پانی وغیرہ لے کر چلی جاتی ہیں چہرے پر مسکراہٹ رہتی ہے اور مصائب زندگی کا بہت جرأت سے مقابلہ کرتی ہیں۔ اچھی مائیں ہیں ان کا کام گھر کی دیکھ بھال، کھانا پکانا بچوں کی پرورش اور اپنے کھیتوں میں جاکر زراعت کا کام کرنا ہے اس لحاظ سے مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں۔ ملک کی دوسری زراعت پیشہ اقوام کی طرح میو عورتوں میں پردہ کا رواج نہیں ہے۔

میواتی مکانات:۔ میو قوم کے لوگوں کے مکانات عموماً کچے ہوتے ہیں۔ عام طور سے ایک کمرہ ہوتا ہے جس میں صرف ایک دروازہ ہوتا ہے اور اسے "کوٹھا" کہتے ہیں۔ کوٹھوں کے اوپر ایک چھپر کا مکان ہوتا ہے جس میں صرف ایک دروازہ ہوتا ہے جس میں ضرورت سے زیادہ روشنی اور ہوا کا انتظام ہوتا ہے اسے "میڑی" کہتے ہیں۔ ہر گاؤں میں ایک تھڑی (چوپال) بھی ہوتی ہے ان میں بیٹھ کر لوگ صلاح و مشورہ کرتے ہیں۔ براتوں اور اجنبی آدمیوں کو ان ہی میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ان کی عمارت اچھی اور عموماً پختہ ہوتی ہے۔ ان میں چارپائیاں و ٹھیلے پڑے رہتے ہیں اور پینے کا پانی بھی روزانہ بھرا جاتا ہے۔

تھڑیوں (چوپالوں) میں بیٹھنے کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔

تھڑیوں (چوپالوں) میں بیٹھنے کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اپنے اپنے استعمال کے لئے بنگلے بنوا لئے ہیں ان کی چھت چھپر کی ہوتی ہے اور یہ کھلے ہوئے اور ہوادار ہوتے ہیں۔

اب پختہ مکانات بنائے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی پرانے رواج کے مطابق بنائے جا رہے ہیں۔

ہر میو گاؤں میں پختہ مسجد ہوتی ہے جس کے مینارے دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ مسجدوں میں جو مکتب ہیں ان میں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔

تقریباً ہر ایک گاؤں میں گورنمنٹ سکول بھی ہے جہاں درجہ پنجم تک کی تعلیم کا انتظام ہے۔

———•———

"میواتی ادب"

میواتی ادب میں سوائے شاعری کے کچھ نہیں ہے۔ قومی بہادری کے قصے، زندگی کے حالات اور قدرتی مناظر کا بیان دوہوں کی شکل میں ملتا ہے جن کو لکھنا اور پڑھنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ لب ولہجہ کی ادائیگی اردو، ہندی زبانوں میں ٹھیک طریقہ سے نہیں ہو سکتی ہے۔

1901 کی مردم شماری کے مطابق میواتی زبان بولنے والوں کی تعداد راجپوتانہ میں 787864 اور ضلع گوڑ گانوہ میں 129000 تھی۔ یو۔پی کے 49 اضلاع میں رہنے والے میواتیوں کی زبان ہندی میں شامل کر دی گئی تھی۔ جن کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی۔

میو قوم راجپوتانہ اور اس سے ملے ہوئے علاقوں میں راجپوتوں سے پہلے تقریباً دو ہزار سال سے آباد ہے اس لئے برج کھاشا اور راجستھانی دونوں زبانوں کی ماخذ میواتی زبان ہے۔ ان دونوں زبانوں میں میواتی الفاظ آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ میواتی زبان کے چند الفاظ دیئے جاتے ہیں۔

گیل (راستہ۔ ساتھ) بابل (باپ) مائی (ماں) بالک (بچے) پیہر (میکہ) بیری (محبت اور نفرت دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے)

پیا (خاوند) لاڈلی، کنیا۔ اوٹ:۔ ہمیے (رہاں)

"کاہے کو بیاہی پرائے دیس تو ہے پرائے گھر جانوں ہے"

میواتی زبان کے کئی بڑے شاعر ہوئے ہیں۔ چند شاعروں کا میواتی کلام دوہوں کی شکل میں دیا جاتا ہے۔

سعد اللہ شاعر اکیڑہ کے رہنے والے تھے۔ آپنے مہابھارت کی کہانی کو میواتی زبان میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بہت زیادہ استعمال کئے ہیں۔ آپ اورنگ زیب کے زمانے میں موجود تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

سترہ سو ستاسیا برس گیا ہاں بیت
جانوں پانڈواب ہوئے جنکی جگت کرے پرتیت

چند اور دوہے لکھے جاتے ہیں

جہاں تک حرف قرآن میں ہوں تک باچنے سعد اللہ
آگے اتھم اتھاہ ہے جانت ہے اللہ

سانچی بات سعد اللہ کہے سب کے من سے اترا ہے

سعد اللہ نے آسمان۔ تاروں، چاند اور سورج کے متعلق مندرجہ ذیل دوہوں میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے

سعد اللہ ای تو دیکھ بنا ور تھونی کھمبا
بڑا اچنبا ہوئے اُدھر لے کیسے تھما } آسمان

جنچا گارا کون کرے کس نے یہ محل سدھارا } تارے
جا میں جگمگ ہوئے جڑاں ہاں کئی لکھ نارا

ڈو ڈیبک جگمگ جلاں کس نے باتی تیل کیا } چاند سورج
سعد اللہ ای ڈیکھ لے یہ بلتے کتناں جگ بھیا

بھیم اور کیچک کی لڑائی کا منظر

ارے مٹھ لڑاں بھج بل سبل لب رین اندھیاری
سو سو ہاتھی بل مہابل دو ہنکاری
چکر ڈنڈ بھج ڈنڈ پھنڈن ڈیہہ پھرانواں
لات گھمونکا گھونس بیں سوسیں کھڑانواں
محل دلیت نگر کا تھر ہر کمپت ہال۔
جو کوئی جا گوہین کو دائے بھیو بھونچال
بھیک جی بڈید کے رہنے والے تھے، ان کی شاعری میں معرفت کا رنگ ہے۔

اب چترائی سو کھیلیو باجو بند بچائے
موتی کو موتی رہے مت اُو ہنس پسایو جائے

کڑوے جیسے نیم سے میٹھے جیسے اکھ
ہم داتا کد شو ہوئے ہم نے نام دھرایو بھیک

جا کو ہو چوڑے گیو بھو نچو وا ای ٹھوڑ
گیو لالی بگدو بنیں بھیک جی لاکھ مچا ڈرول }

اپنی چھب بنائے کو پی کے پاس گئی
جب چھب دیکھی پیو کی اپنی بھول گئی }

پی تو میرو ایک ہے دنیا جانے ہے دوئے
آنکھن بیں کے سار لوں پیا جو بس میرو ہوئے

بہت رہی جگت بیں میرو ایک سدو نا کاج
ہیں نرگن چالی ہوں پیو کے جاتے کیسے راکھے لاج

تیرہ اُپرتین کو ناں ہو سوچ بچار
بیسی اوپر دو گئے بھیک جی آگئی عجب بہار
چالیا اوپر دو گئے آیو سوچ بچار
ساٹھا اوپر دو گئے بھیک جی آگئے دھولے بال
اسی اوپر دو گئے جب نر ہوا تیار
اب ہاٹ گئی سودا بک گیو۔ اب چلنے کی بار

ان دوہوں میں زندگی کے مختلف زمانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سولہ سال کی عمر میں بُرے بھلے کی تمیز نہیں ہوتی ہے۔ بائیس[22] سال کے بعد آدمی جوان ہو جاتا ہے۔ بیالیس[42] سال کے بعد غور و فکر کی عادت ہو جاتی ہے۔ باسٹھ[62] سال کی عمر میں سفید بال آ جاتے ہیں اور بیاسی[82]

سال کے بعد کسی وقت بھی موت آسکتی ہے۔
زندگی کی بے ثباتی کے متعلق لکھا ہے۔

ارین جودھانہ رہے بآور ہے نہ بھیم
پڑی رہےگی بھیک جی کا ئی دن گڑھ کوٹن کی نیم

اس دوہے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میو قوم کو مہابھارت کے قصے سے بہت زیادہ دلچسپی تھی اور اسی لئے اس جنگ کے قصے سے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا ہے۔

ایک اور شاعر نے جس کا نام دانشا تھا کہا ہے

اُدھر ٹ کھیڑہ پھر بسال بچھڑا بھی مل جاں
مرا نہ مل ساں دانشاہ چاہے جگ کتنا ہو جاں

موت کے بعد عزیز و اقارب سے ملاقات ناممکن ہے البتہ غیر آباد گاؤں دوبارہ آباد ہو سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے عزیزوں سے بھی دوبارہ ملاقات ہو سکتی ہے۔

غدر 1857ء کے دوران کلیفورڈ اسسٹنٹ کلکٹر گوڑگانوہ نے میووں کا قتل عام کرایا۔ رائے سینہ اور محمد پور کے میووں نے سخت مقابلہ کیا۔ میووں نے اسسٹنٹ کلکٹر کو قتل کر دیا۔ ان دوہوں میں ان ہی حالات کی ترجمانی کی گئی ہے۔

آج بنگلہ میں من نہ لگے موئے سونی بچھاں سیج
رائسینہ کے گوروے دیکھا بنا سیس انگریج

اُڑ رہی چون پہاڑ میں بندوکن کی گھور
رائسینہ کے بلونڈ کو ہے کلکتہ تک شور

رائسینہ گاؤں بھونڈسی کے نزدیک دہلی، الور سڑک پر واقع ہے اس زمانے میں گورنر جنرل کا صدر مقام کلکتہ تھا۔ غدر کے بعد ان دونوں گاؤں کی زمین ضبط کر لی گئیں اور یہ لوگ بطور مزارع کاشت کرتے تھے۔ انقلاب 1947ء میں ان دونوں دیہات کی آبادی پاکستان چلی گئی اور ان کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔

"مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے"

جنگ آزادی کے زمانے میں میو عورتیں کہتی تھیں:۔

"پکتی جائیگو پھر نگی یا راوچ ہیں سو کتی جائیگو"

اظہار محبت ایک قدرتی جذبہ ہے۔ ایک عورت کے خیالات کی کتنے عام فہم اور سادہ الفاظ میں ترجمانی کی گئی ہے۔ دوہو لک یہ قسم میواتی زبان میں رتوائی کہلاتی ہے۔

اونڈی روٹی گھی گھنو — کھالے میری نندی کے بیرا نوین میری جی گھنو

خاوند کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے پانچ رنگ والا تحفہ خرید کر لاتی ہے۔

میری نندی کے بیرا — پنج رنگی پھینٹا بھانت کو
کہدے کہدے رے بجاج یا کو مول بلما تو رو سو ہے رات کو

برسات کے موسم میں ایک بیوہ عورت کے خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے

میری ننندی کے بیرا امبر میں چھوٹی سی بادلی
نہنی نہنی تو بابیں آواں ہاں لو نند - پیا کی ہی کدی میں بھی لاڈلی

ناچتے ہوئے مور کو دیکھ کر ایک نوجوان عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے۔

میری ننندی کے بیرا ایٹ پڑ میں مور ا ناچ رہو (صاف میدان)
دیکھ چلوں گی یا کو ناچ بلم تنک ذرو لاڈ دا یٹو

ایک اور شاعر کے خیالات ملاحظہ فرمائیے۔ میو قوم میں باپ کی جائیداد میں لڑکی کا حصہ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ماں کی موت کے بعد میکہ میں لڑکی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔

عیوض جن لسوہ باپ کو بیٹا کو مل جائے
جا بیٹی کی ماں مرے آدر واکو پیہر شو اٹھ جائے۔
عوض کھبوم اپنی بھلی بنو وہے نکتول
ساری پرجا یوں کہے پیارے لگاں دور کے ڈھول
عوض من کو جیوڑا لاکھ لگالے سانٹ
جن کے دل پھٹ جات ہاں انت انٹ کی انٹ

ایک اور شاعر سمپت نے کہا ہے۔

سمپت اور سر پر سکھ بدیا اور بڑھ نار
یہ چاروں واکو ملاں جانے اڑدی ہر کے دوار

ان دوہوں میں سعد اللہ نے مہابھارت میں پرسرام اور بھیکم کی لڑائی کا

نقشہ کھینچا ہے ؎

ان پربت کے بیچ لڑاں نہ شبر خدا کے
جانوں بھڑاں پہاڑ لوک اڑجائیں گجا کے
چلاں بان کماں امبر جب بادل چھائے
ایسو ناں ہے کوئی جھگڑا نبٹے ان کو آکے
وہ نر ایسے لڑاں جانوں بھڑے پہاڑ
سعد اللہ ان نرن کی کدی ہوئے ناں ہار

—— • ——

غالب کا میوات سے تعلق

1857ء کے بعد غالب انگریزوں کی تعریف کرنے لگ گئے۔ ان کی تعریف میں قصیدے بھی لکھے۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جن انگریزوں نے ان کے ولی نعمت بہادر شاہ کو قید کیا اور اس کی سلطنت کو ختم کیا غالب نے ان کی تعریف میں قصیدے لکھے۔ یہ حقیقت ہے کہ غالب ہمیشہ سرکار انگریزی کے نمک خوار رہے۔

اپنی پنشن کی واگذاری اور جلد ادائیگی کے لئے غالب نے قصائد کی شکل میں درخواست پیش کی۔ غالب کو نواب فیروز پور جھرکہ کے خزانے سے پنشن ملتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے والئی فیروز پور جھرکہ سے اچھے تعلقات نہیں تھے سو

سوم آن است کہ دیگر نہ کنم دست طلب　　　پیش فرماندہ میوات بدریوزہ دراز

"مجھے حاکم میوات کے سامنے پنشن کی ادائیگی کے لئے بار بار درخواست نہ کرنی پڑے"

غالب کے والد عبداللہ والئی الور (میوات) کی سرکار میں ملازم تھے اور وہیں ریاست کے باغیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔

مہاراجہ الور نے از راہ پرورش ان کے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا غالب کی عمر اسوقت پانچ سال تھی چنانچہ لکھتے ہیں:۔

درپنج سالگی شدہ ام جاکر حضور رنگین سخن طرازم و دیرین وظیفہ خوار

آگے لکھتے ہیں ثبوت کی کیا ضرورت ہے کیونکہ راج گڑھ میں میرے باپ کی قبر موجود ہے۔

کافی بود شاہدہ شاہد ضرور نیست　　　در خاک راجگڑھ پدرم رابود مزار

میوات کے چند تاریخی میوات

کتب تواریخ میں میو قوم اور میوات کے سلسلے میں راجپوتانہ کے چند شہروں اور مقامات کا بار بار ذکر آتا ہے۔ نئی صوبہ بندیوں کی وجہ سے اب یہ مقامات راجستھان اور ہریانہ میں شامل ہیں۔

اجمیر: صحرائے راجستھان کی سرحد پر ایک قدیم اور مشہور شہر ہے مسلمان حملہ آور ملتان ہوتے ہوئے اجمیر آتے تھے محمود غزنوی 25-1024ء میں اجمیر فتح کر کے سومنات گیا۔ اجمیر پر پہلا مسلمان حملہ 685ء کے لگ بھگ ہوا۔ اسوقت اجمیر کے گرد و نواح میں میو قوم آباد تھی

خواجہ معین الدین چشتی شہاب الدین غوری کے زمانے میں یہاں آکر مقیم ہوئے اور اشاعت اسلام کا کام کیا۔ آپ 1235ء میں انتقال فرما گئے آپ کے مزار پر ہر سال زائرین لاتعداد اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ملکوں سے آتے ہیں اور عرس میں شرکت کرتے ہیں۔

جے پور:۔ امبیر قوم میو کے دور حکومت میں امبیر جے پور کا دارالخلافہ تھا۔ اب ویران پڑا ہوا ہے۔

جے پور بہت ہی خوبصورت شہر ہے جسے دیکھنے کے غیر ملکی سیاح دور دور سے آتے ہیں۔ راجستھان کا دارالخلافہ ہے۔ 954 کے قریب راجپوتوں سے پہلے اس علاقہ میں میو راجہ حکمران تھے۔

الور:- راجستھان کا ایک مشہور شہر ہے۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں میوات کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اس شہر کے گرد و نواح میں پانی کے بندات کے کنارے اروَلی کی پہاڑیوں کے دامن میں سیرگاہیں بنائی گئی ہیں۔

سیلی سیڈھ ہوٹل بند کے کنارے پر بنی ہوئی ہے جہاں سیاح آکر ٹھہرتے ہیں۔ اس بند سے آبپاشی کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس بند کے چاروں طرف پہاڑیوں میں لنگور بہت بڑی تعداد میں دکھائی دیتے ہیں۔

فیروزپور جھرکہ:- ایک پرانا قصبہ ہے۔ فیروز شاہ تغلق نے یہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کی بابر نے فیروزپور جھرکہ کے چشمے کے قریب رات کو قیام کیا۔ شیر شاہ سوری کے زمانے میں خواص خاں کا دارالخلافہ تھا اور یہاں سلیم شاہ سوری کی فوج کو شکست ہوئی۔ سنگرام سا میوات اس مقام پر حسن خاں میواتی سے مل کر بابر کے خلاف لڑنے گیا۔ موجودہ جامع مسجد 1824 میں بنائی گئی۔

اب سب ڈویژنل افسر کا صدر مقام ہے۔ یہاں سے تجارہ کو ایک سڑک جاتی ہے۔ جھر کے پاس مہادیو کا مندر ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔

تجارہ:- فیروزپور جھرکہ کے مغرب میں اروَلی کی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ یہ شہر راجہ بتن پال نے بسایا جو بتن گڑھ اور رییانہ کی شکست کے بعد یہاں آگیا تھا سلطان بادشاہوں کے دورِ حکومت

میں میوات کے انتظام کے لئے اس شہر کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اور ایک حاکم میوات یہاں بھی رہتا تھا۔ اورنگ زیب اور شاہ عالم کے زمانے میں میو قوم نے اس علاقہ میں بغاوت کی اور شاہِ عالم کے زمانے میں تجارہ کو لوٹ کر اس پر قبضہ کر لیا۔

قلعہ کوٹلہ:- دہلی الور کی سڑک پر نوح کے چار میل جنوب میں میو قوم کا گاؤں کوٹلہ آباد ہے۔ یہاں پہاڑ میں ایک قلعہ ہے اور دامن کوہ میں ایک جھیل ہے۔ یہاں مسجد بھی ہے قلعہ 1392 اور مسجد 1400 کے لگ بھگ بنائیں گئیں۔ 1330 میں محمود بن فیروز شاہ نے قلعہ کوٹلہ پر حملہ کیا اور جھیل کے کنارے خیمے لگائے گئے۔ بہادر ناہر بھاگ کر فیروزپور جھرکہ چلا گیا۔

قلعہ اندور:- یہ قلعہ الور اور گوڑگانوہ کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کا فاصلہ کوٹلہ سے چھ میل اور دہلی سے 70 میل ہے۔ یہ کالے پہاڑ کے مغرب میں واقع ہے جو اروَلی کا سلسلہ ہے۔ مشرق کی طرف سے دیکھا جائے تو یہ قلعہ بالکل صاف دکھائی دیتا ہے۔ یہ غالباً 1425 میں بنایا گیا۔

1428 میں مبارک شاہ مہندواری (اندوم) آیا آئینِ اکبری میں اندور کو میوات کی چند مشہور جگہوں میں شمار کیا ہے۔

قلعہ اجان گڈھ:- یہ ایک بہت پرانا قلعہ ہے۔ کاماں کے مغرب میں پہاڑیوں میں چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ قلعہ پانچ

پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے اور میو راجہ یہاں رہا کرتے تھے
اسے کنگھم نے پانچ پہاڑ کی بات اور دریا خاں کی شادی کا تعلق
اسی قلعہ سے بتلایا ہے۔

نوح :۔ ایک چھوٹا قصبہ ہے لیکن سب ڈویژنل مجسٹریٹ
کا مقام صدر ہے یہاں دو ہائی سکول ہیں۔

راؤ بہادر سنگھ راجہ گھاسیڑہ کے زمانے تک اس قصبہ کی
کوئی اہمیت نہیں تھی۔ انگریزی عہد حکومت سے پہلے نوح اور اس
کے گرد و نواح میں نمک بنتا تھا۔ جھیل سانبر کی ترقی کی وجہ سے
یہ کام بند ہو گیا۔

نوح ایک اچھی منڈی ہے لیکن ترقی پسند قصبہ نہیں ہے
پینے کا پانی دو میل سے مہیا کیا جاتا ہے۔ اس قصبہ کے مغرب میں
ایک بہت بڑا تالاب ہے جسے چجہی سیٹھ نے بنوایا تھا اور اس میں
برسات کے موسم میں پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اس تالاب کی صفائی
اور مرمت کی ضرورت ہے۔ شہر کے مشرق میں لب سڑک کواپریٹو اکل
مل ہے۔ یہاں میو قوم کا ہائی سکول اور عربی تعلیم کا ایک مدرسہ ہے
جو لب سڑک واقع ہیں۔

سنہہ :۔ دہلی سے 33 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ قصبہ پہاڑ
کے دامن میں آباد ہے۔ یہاں گرم پانی کا ایک چشمہ ہے جس کے پانی میں
گندھک کے جز کی آمیزش پائی جاتی ہے اس لئے جلدی بیماریوں کے

مریض دور دور سے آتے ہیں۔ اگر پہاڑ کے اوپر کھڑے ہو کر دیکھا جائے
تو یہ قصبہ نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

شاہ نجم الحق کی درگاہ اور بارہ کھمبہ مسجد پرانی عمارتیں ہیں جن
سے اس قصبہ کی قدامت اور تاریخی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ مسجد 1381ء
اور درگاہ 1481ء کے قریب بنائی گئیں۔ اکبر شاہ نجم الحق کی درگاہ
اور ان کے عرس اور مزار پر روشنی کے لئے اخراجات ادا کرتا تھا۔
پلول والی سڑک پر شاہ ولایت شاہ کا مزار ہے۔ روایات
سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خانہ زادوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر
بد دعا کی جس کی وجہ سے یہ قوم تباہ و برباد ہو گئی۔

بھرتپور :۔ آگرہ کے مغرب میں 36 میل کے فاصلے پر اور
متھرا سے 20 میل دور واقع ہے۔ اٹھارھویں صدی تک جنوبی
میوات کے اس علاقے میں میو راجہ اور سردار تھے اور اس کے بعد
جاٹوں کا قبضہ ہو گیا۔

بھرت پور کا قلعہ بہت مضبوط تھا جسے 1804 میں لارڈ لیک
کی فوجوں نے فتح کیا۔ یہاں شہر کے وسط میں ایک عالیشان مسجد ہے
شہر سے چند میل کے فاصلے پر پانی کی ایک بہت بڑی جھیل ہے جہاں
بے شمار آبی پرندے رہتے ہیں۔

ڈیگ :۔ بھرتپور کے شمال میں اکیس میل کے فاصلے پر واقع ہے
یہ بھرتپور کا پرانا دارالخلافہ تھا۔ یہاں راجہ سورجمل کے محلات ہیں

جو خاندان مغلیہ کے آخری زمانے کی فن عمارت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

کانوہ کاماں ضلع بھرتپور کا ایک مشہور اور تاریخی قصبہ ہے اس قصبہ کے نزدیک فتحپور سیکری کی مشہور لڑائی ہوئی جس کے بعد ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی حکومت قائم ہو گئی - یہاں چوراسی کھم کی مشہور عمارت ہے - اس علاقہ میں زمانہ قدیم سے میو قوم آباد ہے -

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں یہاں قاضی اختیار الدین کا صدر مقام تھا جو علاقے کے حالات کی رپورٹ بھیجتے تھے -

یہ قصبہ دہلی سے بیانہ جانے والی سڑک پر واقع ہے اور متھرا سے 39 میل اور ڈیگ سے چودہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں مسلمان حملہ آور آسانی سے پہنچ جاتے تھے -

بیانہ:- دہلی سے ۵۰ میل جنوب میں اور بھرت پور سے 30 میل کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ہے جے پور بیانہ سے ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے -

ابو الفضل نے لکھا ہے کہ یہاں قابل اور مشہور آدمی دفن ہیں اس جگہ مقبروں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں - ان واقعات سے اس جگہ کی تاریخی اہمیت کا پتہ چلتا ہے - میو قوم اس علاقے میں حکمران رہ چکی ہے -

---

خانوہ یہ ایک تاریخی مقام ہے - رانا سانگا، راجہ حسن خاں میواتی میو اور راجپوت راجاؤں نے اس جگہ پر مل کر بابر کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی اور بابر کو کامیابی حاصل ہوئی -

اے کننگھم نے مشرقی راجپوتانہ کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے لکھا ہے:

"میو حکمرانوں کے آثاروں میں سے مقبرے اور مسجدیں ملتی ہیں۔ مسلمان میو اپنے ہندو آباؤ اجداد کی طرح شورش پسند رہے ہیں - میں نے الور کے علاقے میں تجارہ، راج گڑھ پارن نگر کے پرانے دار الحکومتوں کے علاوہ اندور، سرہٹہ اور کوٹلہ کے سرحدی قلعے بھی دیکھے - یہ مقامات میوات کے میوؤں کی تاریخ میں بہت مشہور تھے -

(رپورٹ نمبر ۲۰ دیباچہ)

ڈبلیو کرک نے مندرجہ ذیل کہاوتیں بیان کر کے لکھا ہے کہ ان سے میو قوم کی تاریخ اور روایات کی تصدیق ہوتی ہے

(ا) دیکھی توری میوات، پہلے گالی پیچھے بات -
(ب) میو کا پوت بارہ برس میں بدلہ لیتا ہے -
(ج) تم دبو ہم میو -
(د) میو مراجب جانو جب تیجا ہو جائے -

سکندرِ اعظم کے حملے سے پہلے اور بعد میں شمالی ہندوستان مندرجہ ذیل علاقوں میں تقسیم تھا

گندھرا۔ کمبوجا۔ کرود۔ متسیا۔ سوراسینا۔

کرو کا دار الحکومت اندرپرستھ دہلی کے نزدیک تھا۔ سوراسینا کا صدر مقام متھرا تھا۔ سوراسینا، متسیا کے شمال مغرب میں واقع تھا۔ ابتدا میں میو قوم کی آبادی کا متسیا میں پتہ چلتا ہے۔" بعد میں یہ قوم سوراسینا اور کرود کے علاقہ میں پھیلتی چلی گئی۔

ایچ۔ اے روز جلد اول ! (H. A. ROSE) PART 1

میو قوم کی آبادی بیرونِ میوات

میو قوم کی آبادی مختلف زمانوں میں ملک کے مختلف حصوں میں پھیلتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں یو، پی۔ دہلی اور سنٹرل انڈیا کے حالات لکھے جاتے ہیں۔

مردم شماری ۱۸۹۱ کے مطابق یو، پی کے اضلاع میں میو قوم کی آبادی حسب ذیل تھی۔

نمبر شمار	نام جگہ	آبادی	نمبر شمار	نام جگہ	آبادی
۱	ڈیرہ دون	۵۱	۹	فرخ آباد	۲۳۱
۲	سہارن پور	۱۹۴۴	۱۰	مین پوری	۲۷۷
۳	مظفر نگر	۱۱۳۷	۱۱	اٹاوہ	۱۵۰۵۱
۴	میرٹھ	۵۱۹۴	۱۲	ایٹہ	۱۰۶۶
۵	بلند شہر	۱۳۳۳۷	۱۳	بریلی	۱۰۰۴۴
۶	علی گڑھ	۶۰۳۷	۱۴	بجنور	۳۱۲۰
۷	متھرا	۵۳۶۷	۱۵	بدایوں	۵۰۷۴
۸	آگرہ	۳۹۲۲	۱۶	مرادآباد	۵۴۱۳

نمبر شمار	نام جگہ	آبادی	نمبر شمار	نام جگہ	آبادی
۱۷	شاہجہان پور	۷۱۷	۳۳	بستی	۱۶
۱۸	پیلی بھیت	۲۲۴۸	۳۴	اعظم گڑھ	۲۰۷
۱۹	کان پور	۴۷۴	۳۵	تنرائی	۳۴۹۳
۲۰	فتح پور	۳۴۵	۳۶	لکھنؤ	۱۹۳۴
۲۱	باندہ	۶۶	۳۷	اناؤ	۱۱۲۱
۲۲	ہمیرپور	۱۵	۳۸	رائے بریلی	۴۰۱
۲۳	الہ آباد	۱۲۵۰	۳۹	سیتاپور	۳۳۱
۲۴	جھانسی	۹۱	۴۰	ہردوئی	۱۲۴
۲۵	جلاتو	۶۲	۴۱	کھیری	۶۸۵
۲۶	للت پور	۳۴	۴۲	فیض آباد	۲۵۲
۲۷	بنارس	۲۹۹	۴۳	گونڈہ	۵۱۸
۲۸	مرزاپور	۱۰۳	۴۴	بہرائچ	۸۷۰
۲۹	جون پور	۱۲۰۱	۴۵	سلطان پور	۴۶۲
۳۰	غازی پور	۳۰	۴۶	پرتاپ گڑھ	۱۱۶
۳۱	بلیا	۱۴۱	۴۷	بارہ بنکی	۱۶۰
۳۲	گورکھ پور	۲۰۷			

میزان کل آبادی ۸۱۶۱۶

ان اعداد و شمار کی بنا پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یو، پی میں رہنے والی میو قوم کی آبادی تقریباً دو لاکھ ہوگی۔ ضلع بریلی میں بھوجی پورہ ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ۶۰ کے قریب میو قوم کے گاؤں یکجائی طور پر آباد ہیں اور اس لئے یہ علاقہ چھوٹی میوات کے نام سے پکارا جاتا ہے

ضلع دہلی۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع دہلی میں میو قوم کی آبادی آٹھ ہزار تھی۔ بھورے خاں میو قوم کے خاندان کے فرد ذیلدار اور نمبردار تھے۔ ۱۹۲۸ء کے لگ بھگ یہ قوم پہاڑ گنج اور قرول باغ میں آباد تھی۔ اب اس قوم کی تھوڑی آبادی حوض رانی اور بیگم پور میں آباد ہے۔ انقلاب ۱۹۴۷ء کے دوران قرول باغ اور پہاڑ گنج میں رہنے والی آبادی ان علاقوں کو چھوڑ کر دوسری جگہوں پر چلی گئی۔

سنٹرل انڈیا۔ جوہن میلکم اپنی کتاب "ہسٹری آف سنٹرل انڈیا" میں لکھتے ہیں:

"میواتی ہندوستان کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کی کچھ آبادی بہت عرصہ ہوا، اس علاقہ میں آکر آباد ہو گئی۔ یہ قوم نڈر اور بہادر تھی اور اس لئے راجپوت بسوہ نوازوں اور بٹہ داروں اور مال دار زمین کے مالکوں نے اس قوم کے افراد کو بطور حفاظتی فوج کے ملازم رکھا ہوا تھا۔ یہ فوجی سپاہی اپنے آقاؤں کی نہایت وفاداری سے نگرانی کرتے تھے۔ لیکن اس قبیلے کے دیہات میں رہنے والی آبادی لوٹ مار کے کاموں میں لگی رہتی تھی۔ اس علاقے میں اس قوم کی اہمیت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ دوسری جماعتوں اور گروہوں کو لوٹ مار کرنے کی ترغیب دے کر ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ عام طور سے یہ لوگ حفاظتی کاموں کے علاوہ لوٹ مار بھی کرتے تھے اور چونکہ صاحب اثر اور مالدار تھے اس لئے کوئی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتا تھا اور ہر طرح سے محفوظ تھے مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان کو ہندوؤں سے الگ شناخت کرنا مشکل تھا" (ص ۱۷۴ - ۱۷۵ - جلد دوم انگریزی)

ابٹسن اور ایچ اے روز کے بیان کے مطابق چٹوار گوت کے میو شروع میں گوالیار اور اجین کے علاقوں میں آکر آباد ہوئے نہ مالوہ اور اس سے ملتے ہوئے علاقوں میں بھی یہ قوم آباد ہے۔

نوٹ: "جوہان میوات ابتداءً میں اجمیر کے گرد و نواح میں آباد ہوئے"

(میو قوم کی ریاستیں) ایچ، اے روز

نقشہ اور تصویریں۔ اس کتاب میں میوات کا جو نقشہ دیا گیا ہے، وہ آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا رپورٹ نمبر ۲۰ میں دیے ہوئے نقشہ کی مدد سے تیار کرایا گیا ہے۔

نواب احمد بخش خاں (فیروز پور جھرکہ) اور کریم خاں کی تصویریں رسالہ "آج کل" فروری ۱۹۵۶ سے لی گئی ہیں۔ یہ رسالہ پبلیکیشنز ڈویژن گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے شائع ہوا۔ یہ تصاویر مالک رام صاحب ایم۔ اے کے ایک مضمون کے سلسلے میں چھاپی گئی ہیں۔

ضمیمہ بہ سلسلہ "میو قوم کے اسلام قبول کرنے کے حالات"

"میوات میں تحریک اصلاح و تبلیغ"

مولانا ابوالحسن ندوی نے میو قوم کے دینی تنزل اور اسلام سے بیگانگی کو الور، گوڑگانوہ، بھرت پور گزیٹیروں کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ انھیں خود تاریخی پس منظر دے کر حالات کا جائزہ دینا چاہیئے تھا تاکہ میو قوم کے حالات اس سلسلے میں لوگوں کے سامنے آجاتے اور غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان جاتا رہتا۔

اصل واقعات یہ ہیں کہ نومسلم قبائل کی حالت بدلنے کے لئے برسر اقتدار مسلمانوں نے جو ہندوستان کے رہنے والے نہیں تھے بالکل دھیان نہیں دیا۔ محمد تغلق پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے قابل نومسلموں کو حکومت کے نظم و نسق میں شریک کیا اور بعض کو اعلیٰ عہدے دے۔ یہ بات باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے نسلی برتری اور نسبی افتخار کے غیر اسلامی رجحان کو بھی ہوا دی (تفصیلات کے لئے "آئینہ حقیقت نما" اکبر شاہ خاں جلد دوم۔ "سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات" از پروفیسر خلیق احمد نظامی اور "تاریخ فیروز شاہی" ضیاء الدین برنی کا مطالعہ کیجئے)

میو قوم نے ایک ہزار عیسوی کے آخر میں اسلام قبول کیا۔ مسلمان بادشاہوں اور وزیروں نے میو قوم کے حالات کی طرف بالکل توجہ نہیں دی اور اس لئے میو قوم کی طرف سے بار بار بغاوتیں ہوتی رہیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کے پیدا کئے ہوئے غیر اسلامی رجحانات کا شکار ہو گئی۔ دکن۔ راجپوتانہ کشمیر، سندھ، بنگال میں رہنے والے مسلم قبائل کا بھی کم و بیش یہی حال ہوا۔ بلکہ یہاں تک بات بڑھی کہ بلگرام کے "سادات عظام" کے یہاں برہمن بھی نام رکھنے لگا۔

(تاریخ بلگرام)

ان حالات کی روشنی میں جب کہ تمام ملک میں نو مسلم قبائل غیر اسلامی رجحانات کا شکار ہو رہے تھے۔ میو قوم میں ان رجحانات کا پایا جانا ایک قدرتی بات تھی، جس کی ذمہ داری اسلامی دور حکومت میں اسلامی معاشرہ پر آتی ہے، اس لئے میو قوم کو ان حالات کے لئے ذمہ دار ٹھیرانا غلطی ہے۔

خاندانِ مغلیہ کے آخری زمانے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان نے میوات میں اصلاحی اور تبلیغی کام کی طرف دھیان دیا۔ چنانچہ شاہ عبد القادر، شاہ عبد العزیز کے ایک شاگرد محمد رمضان نے دوسرے علاقوں کے علاوہ میوات میں بھی کام کیا۔ آپ جھم ضلع روہتک کے رہنے والے تھے مسلم لباس کا رواج ڈالنا آپ کے خاص اصلاحی کارناموں میں سے ہے۔ مصنف نقیب الاولیا کا بیان ہے "ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ (شاہ رمضان) کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبتہ النصوح کی"

شاہ رمضان کے بعد شاہ عبد العزیز کے ایک نامور شاگرد مولانا محبوب علی دہلوی نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ سے قبل میواتیوں میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ آپ اپنے زمانہ کے نامور عالم اور فاضل تھے آپ بھی شاہ رمضان کی طرح بہلی (بیلوں کی پردہ والی چھوٹی

گاڑی) میں سوار ہو کر دیہات کا دورہ کیا کرتے تھے۔ ان کا کچھ ایسا نرالا طریقہ تھا کہ اکثر میواتی ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ کے بعد مولوی محمد مرید اور مولوی نور علی نے میوات میں تبلیغ کا کام کیا معلوم ہوتا ہے اُن دونوں حضرات نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ میں حصہ لیا ہوگا، اور جنگ کے بعد ناموافق حالات دیکھ کر میوات ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی زمانے میں دو میو بزرگوں میاں راج شاہ اور مولوی عبد اللہ خاں نے تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے۔ میاں راج شاہ ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کے بیعت و ارشاد کا سلسلہ میوات کے علاوہ میرٹھ، بلند شہر، مرادآباد اور پنجاب تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ موضع سوندھ کے رہنے والے تھے جو سہنہ تاوڑو سڑک سے شمال کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

مولوی عبد اللہ خاں مولانا احمد علی سہارن پوری کے خاص شاگرد تھے۔ ان حضرات کے علاوہ چند اور میو بزرگوں نے اصلاحی کام کئے جن میں مولوی عبد السبحان ناتونی (زندہ پون ہانہ) کا نام قابل ذکر ہے۔

میوات میں اصلاح و تبلیغ کے پہلے دور میں بزرگان دین و صوفیائے کرام نے انفرادی کوشش اور جد و جہد کر کے تقریباً ایک ہزار سال تک میو قوم کی قوت ایمانی کو تقویت پہنچائی اس کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب مولوی محمد اسمٰعیل کاندھلوی نے بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں قیام کر کے میوات کی طرف دھیان دیا۔

آپ کی وفات کے بعد مدرسہ اور مسجد بنگلہ والی کا انتظام اور نگرانی مولانا محمد الیاس کے سپرد ہوئی۔ آپ نے اس جگہ کو مرکز بنا کر ایک تحریک کا آغاز کیا اور اس کے فیوض و برکات سے تمام عالم مستفید ہوا۔ (حالات مشائخ کاندھلہ ص ۲۱۷ – ۲۲۰) مولانا کو پہلے یہ خیال ہوا کہ میوات میں مکاتب و مدارس قائم کر کے نئی نسل کو دین سے آشنا کیا جائے۔ لیکن اس طریقہ کار سے مطمئن نہ ہوتے اور عمومی دعوت کا پروگرام بنایا اور تبلیغی گشت

گشت شروع کر دئے۔ میوات کی اصلاح کے سلسلے میں مولانا سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں :- حضرت مولانا (محمد الیاس) نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اصول دعوت کے ذریعہ چھبیس برس کی ان تھک محنت میں ان (میواتیوں) کو ان خالص و مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دیا جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے :- (یاد رفتگان از مولانا سلیمان ندوی)

۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو بروز جمعرات مولانا محمد الیاس کا انتقال ہوا اور مولانا کے جانشین ان کے اکلوتے فرزند مولانا محمد یوسف صاحب ہوئے۔ آپ کے زمانے میں کام کو بے حد وسعت ملی۔ جناب وحید الدین صاحب ایم، اے لکھتے ہیں۔

"مولانا محمد یوسف...... اکیس سال تک برابر اس کام میں لگے رہے اور اس مختصر مدت میں اتنی زبردست کامیابی حاصل کی کہ وہ تحریک جو میوات کے ان پڑھ مسلمانوں کو کلمہ و نماز سکھانے کی تحریک کے نام سے مشہور تھی اس کو ایک بین الاقوامی تحریک بنا دیا اور ہر طبقہ اور ہر ذہنی سطح کے لوگوں کو اس کثرت سے متاثر کیا کہ ایک بزرگ کے الفاظ میں اس کی نظیر قریب کی پچھلی صدیوں میں تلاش کرنے سے بھی مشکل سے ملے گی۔" (الفرقان ربیع الاول ۱۳۸۶ھ صفحہ ۲۱)

۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو مولانا محمد یوسف نے عالم جاودانی کی راہ لی

ضروری نوٹ:

آئندہ صفحات میں آپ جس مواد کا مطالعہ فرمائیں گے، یہ دراصل کتاب کا وہ ضمیمہ ہے، جسے مصنف نے بعد میں لکھ کر الگ سے کتابچہ کی صورت میں شایع کیا تھا، ہم اسے 'پی ڈی ایف' میں اصل کتاب کے ساتھ نتھی کر کے محفوظ کر رہے ہیں، یہ ضمیمہ اصل کتاب سے بھی زیادہ نایاب ہو گیا تھا، اس کی ایک کاپی محترم ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی کے ذخیرہ میں محفوظ ہے، انہوں نے ہی عکس فراہم کیا ہے، جس پر ہم ان کے بے حد شکرگزار ہیں، جزاک اللّٰہ.

(توصیف)

میو قوم اور میوات

ضمیمہ جات

۱۔ میو قوم کی سماجی تنظیم

۲۔ میو قوم کے اسلام قبول کرنے کے حالات

۳۔ میوات میں تعلیمی رجحانات

چودھری محمد اشرف خاں ایم۔ اے

24 نومبر ۱۹۷۵ء

(جمال پریس دہلی)

"ضمیمہ بسلسلہ میو قوم کی سماجی تنظیم"

سلسلے کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر 35 "میو قوم اور میوات"

❖

جہاں تک گوتوں کا ذکر ہے تاریخی اعتبار سے صرف توں ور۔ جادوں۔ دہنگل" چوہان کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔ کچھواہیہ گوت دہنگل پال سے نکلا ہے۔

راجپوتوں کے موجودہ گوت جیسے کچھواہے کی شاخیں یا پنوار کے پینتیس گوت یا چوہان کے چوبیس گوت موجودہ جدید زمانے کی پیداشدہ ہیں کیوں کہ اُن کا نام ابتدائی زمانے کی قدیم کتابوں میں نہیں پایا جاتا ہے ان ناموں کو قدیم چھتریوں سے منسوب کر کے اپنے آپ کو ان کی اولاد بنا لیا ہے جو تاریخی اعتبار سے غلط ہے ان ہی روایات کی بنا پر میراثیوں اور بھاٹوں نے میو قوم کے شجرے بھی ان چھتریوں کی اولاد سے ملا دیئے ہیں، اور اس تاریخی غلطی کی وجہ سے راجپوتوں اور میو قوم کے گوت مل جاتے ہیں۔

جیمس ٹاڈ نے راجپوت گوتوں کو پوتھیوں سے لیا ہے جن کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میو قوم راجپوتوں سے پہلے آباد تھی کننگھم نے لکھا ہے راجپوت میو قوم کی مدد سے حکومت کرتے تھے۔ پرتھی راج راسو سے بھی اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ اغلب ہے کہ کچھواہا، چوہان پنوار جادوں۔ توں ور۔ میو قوم کے گروہوں کی قومیت ہو اور جن کو راجپوتوں کا ان سے تعلق تھا اس لئے راجپوتوں نے اپنا لی ہوں۔ اور دونوں اقوام کے مشترکہ گوت ہو گئے ہوں۔

سورج بنسی وہ قومیں تھیں جنہوں نے سورج کو اپنا مخصوص قومی
دیوتا منتخب کیا اور اس واسطے پرانوں میں ان کو سورج کی اولاد قرار دیا
ہے اسی طرح چندر بنسی وہ قومیں ہیں جنہوں نے چاند کو اپنا مخصوص قومی
دیوتا قرار دیا۔ اس لئے یہ نظریہ کہ "میو" سورج بنسی یا چندر بنسی
ہیں تاریخی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے کیوں کہ یہ اصولی اس
زمانے میں تمام قوموں پر لاگو ہوتا تھا۔

میو قوم کے عمر رسیدہ لوگوں میں یہ خیال عام ہے کہ میو قوم
کے گوتوں اور میو قوم پالوں کی تقسیم کا کام رانا نے حشا ندان
غلاماں کے زمانے میں کی اور مصنف "تاریخ میو چھتری" نے بھی۔
روایات کی بنا پر اس کی تصدیق کی ہے۔ لیکن تاریخی اعتبار
سے یہ روایت بالکل غلط ہے کیوں کہ اس زمانے میں "میو قوم"
کی شاہان دہلی سے لڑائیاں ہو رہی تھیں جیسا کہ اس کتاب میں
تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں H.A. ROSE نے پال اور گوتوں کے متعلق
جو معلومات حاصل کیں وہ دی جاتی ہیں۔

باون پالوں اور گوتوں کے نام حسب ذیل ہیں

نمبر شمار۔	پال یا گوتوں کے نام ۔		ابتدائی جگہ جہاں جنم لیا
۱	۔ ویڑوال	(دہلی)	مالب تحصیل نوح
۲	۔ لنڈاوت	(الور)	مینا باگھورہ
۳	۔ رٹاوت	(الور)	سانھٹاواڑی
۴	۔ دلولوت	(الور)	بھینساگدی
۵	۔ سرؤیا	گوڑگانوہ	سہسولا
۶	۔ بوڈیاں	(")	علاولپور تحصیل نوح
۷	۔ گوکل	(الور)	ٹکارہ
۸	۔ بھملا	(گوڑگانوہ)	سب گھر۔ تحصیل فیروز پور جھرکہ
۹	۔ منگریا	(دہلی)	مانگر۔ تحصیل بلب گڈھ
۱۰	۔ کٹاریہ	(")	مجیسر "
۱۱	۔ جھنگالی	دہلی	رجولی "
۱۲	۔ چپولیا	(")	" "
۱۳	۔ بھگاوت	(الور)	بھیگوتہ
۱۴	۔ بھلاوت	"	بھنگورا
۱۵	۔ کینبگر	(گوڑگانوہ)	جیوتنت فیروز پور جھرکہ

۱۶ - شکھاڑیہ   بھرت پور، ڈونگر والی، فروزپور جھرکہ
۱۷ - بلیانہ   (دہلی) مانگر، بلب گڈھ
۱۸ - لم کھورہ   " " "
۱۹ - ناہرواڑی   الور، دادی
۲۰ - کلیسیا   میواڑ
۲۱ - گہلوت   میواڑ
۲۲ - کچھواہا   اجمیر جے پور
۲۳ - دہنگل   " "
۲۴ - بنگل   " "
۲۵ - بڈگوجر   فتح پور سیکری
۲۶ - چھرکلوت   متھرا، نہن گڈھ
۲۷ - ڈیمروت   "، دھولیٹ، پاٹودی (الور)
۲۸ - دولوت   "، موسہ، دوہا
۲۹ - پونگلوت   "، ڈبیولا، دھولیٹ
۳۰ - نائی   "، تیکچ - الور
۳۱ - بیسر   (متھرا) مالوواسہ کھیڑہ، الور
۳۲ - نانگلوت   "، پیپل کھیڑہ، بھرت پور
۳۳ - گوروال   "، متھرا، جوہڑسدھ (الور)
۳۴ - بوڑیان   "، لہچوڑہ، الور

نمبر	نام			
۳۵ -	چھکر	متھرا	پل کوڑہ	الور
۳۶ -	چنڈل	،	کیبور	الور
۳۷ -	چاندلوٹ		نہن گڈھ بسی الور	،
۳۸ -	مرکھڑا	،	،	،
۳۹ -	کھیلر	،	موج پور	الور
۴۰ -	چیلاوت	،	اندھواڑی	الور
۴۱ -	چوہان	اجمیر	نہن گڈھ	
۴۲ -	سوگان	الور	منیڈاور	
۴۳ -	کنوالیا	، کنوالی	تحصیل ریواڑی	
۴۴ -	جمالیا	الور	منڈاور	
۴۵ -	بیتوار	اجین گوالیار		
۴۶ -	ہنوالی	الور - پلہ - نوح		
۴۷ -	پارسٹ	الور - منڈاور		
۴۸ -	پھاٹ			
۴۹ -	بھنڈارتن			
۵۰ -	بنگاوت			
۵۱ -	کھوکھر			
۵۲ -	بھوسلیا	الور / نوگانوہ	H.A.ROSE	

ضمیمہ 2 میو قوم کے اسلام قبول کرنیکے حالات

سلسلے کیلئے دیکھئے صفحہ 71-72 میو قوم اور میوات

صوفیائے میوات

سنہ ۱۹۷۲ء
سنہ ۱۳۹۲ھ

منقول از حیات الابرار مسمٰی باسم تاریخی "تاریخ مکمل" مصنفہ جناب ڈاکٹر طفدار حسین صاحب مراد آبادی
بن غلام حسین مرحوم

مولفہ سنہ ۱۳۴۱ھ مطالعہ کردہ در انجمن ترقی اردو دہلی

	اسم گرامی	وفات	مدفن
۱	شیخ المشائخ حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۴۲۱ھ	تجارہ ضلع الور
۲	زبدۃ المشائخ حضرت شیخ رسول شاہ دہلوی قدس سرہٗ	مذکور نہیں	فیروزپور جھرکہ
۳	شیخ المشائخ حضرت مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب قدس سرہٗ	سنہ ۱۲۷۴ھ	قصبہ مہم ضلع رہتک
۴	زبدۃ السالکین حضرت مرزا احمد شاہ خلیفہ شاہ ہمزہ مارہروی رح	سنہ ۱۲۶۱ھ	تجارہ
۵	شیخ المشائخ حضرت شاہ نور اللہ خلف حضرت شاہ		
۶	غلام نبی ابو العلائی عطر اللہ قبرہما	سنہ ۱۱۶۷ھ	فیروزپور جھرکہ
۷	شیخ المشائخ حضرت شاہ مراد ملنگ مداریہ قدس سرہٗ	سنہ ۱۱۹۵ھ	حسن پور بسارو تحصیل تجارہ
۸	شیخ المشائخ حضرت شاہ جیون ابو العلائی رضی اللہ عنہ	۲۶ رجب سنہ ۱۱۶۷ھ	تجارہ
۹	زبدۃ الافاضل عصر شیخ ملوک شاہ والد ملا عبد القادر بدایونی رح	۲۷ رجب سنہ ۹۶۹ھ	بساور ریاست بھرتپور
۱۰	شیخ المشائخ حضرت شیخ نور محمد عرف مدنی شاہ الوری قدس سرہٗ	سنہ ۱۳۱۶ھ	الور
۱۱	شیخ المشائخ حضرت خواجہ موسیٰ خلیفہ حضرت سلطان نظام الدین رح	مذکور نہیں	پلہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ
۱۲	شیخ المشائخ حضرت شاہ روح اللہ نور اللہ مرقدہ	۶ صفر سنہ ۱۲۷۳ھ	تجارہ ضلع الور

نام	سنہ	مقام
۱۳- شیخ المشائخ حضرت میراں قادری رحمۃ	۱۰۰۷ھ	فیروز پور جھرکہ
۱۴- حضرت شاہ محمد علی عثمانی نور اللہ مرقدہ	۱۱۲۴ھ	تجارہ ضلع الور
۱۵- شیخ المشائخ حضرت شاہ علیم اللہ ابو العلائی عطر اللہ ضریحہ	۱۳۰۴ھ	تجارہ
۱۶- شیخ المشائخ حضرت شاہ شیخ ابو الفتح عبد الوارث عرف شاہ چوکھا	مذکور نہیں	پہاڑ کھوری ضلع گوڑگانوہ
۱۷- خلیفہ شاہ نظام الدین نارنولی قدس سرہ		
۱۸- شیخ المشائخ حضرت شاہ ابو الغیث ابو العلائی رحمۃ	۱۲۳۱ھ	تجارہ ضلع الور
۱۹- شیخ المشائخ حضرت شاہ سلام اللہ قدس سرہ	۱۳۳۵ھ	تجارہ
۲۰- شیخ المشائخ حضرت شاہ جلال قادری قدس سرہ	۸۹۸ھ	فیروز پور جھرکہ
۲۱- شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد حنیف عطر اللہ تربتہ	۱۴ شعبان سنہ مذکور نہیں	فیروز پور جھرکہ
۲۲- شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام نبی خلیفہ حضرت شاہ لاڈ خاں رح	۱۱۷۵ھ	"
۲۳- شیخ المشائخ حضرت شاہ راج خاں قدس سرہ	۱۳۰۶ھ	مسونارہ
۲۴- شیخ المشائخ حضرت چودھری فیض بخش المعروف بسرست شاہ ھیلوی رح	۱۳۲۶ھ	چھاونی ضلع گوڑگانوہ
۲۵- زبدۃ الا حضرت مولانا غلام نبی شاہ نور اللہ مرقدہ	۳۰ رمضان ۱۲۰۹ھ	ریاست الور
۲۶- شیخ المشائخ حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ	۱۱۶۳ھ	پہاڑی ضلع الور
۲۷- قاضی القضاۃ حضرت قاضی محمد تقی فیروز پوری برد اللہ مرقدہ	۱۱۵۵ھ	فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ
۲۸- شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد یونس تجاروی قدس سرہ	۱۲۴۰ھ	تجارہ ضلع الور

نقل بقلم مولانا رشید احمد
ماپوری

میاں راج شاہ صاحب سوندھ ضلع گوڑگانوہ

شجرہ نسب

پہاڑ۔ ترتا۔ شمس الدین۔ عرف شمرو۔ روپ چند۔ عظمت اللہ عرف عظمت خاں۔ عبدالسمیع عرف سمیع خاں۔ راج خاں عرف میاں راج شاہ آپ میو قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

میاں راج شاہ صاحب پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے۔ مگر قوت باطنی سے ہر دقیق مسئلہ کو حل فرما دیتے تھے۔

موضع دھیر نکا متصل قصبہ ہتھین تحصیل نوح میں آپ کی ننیال تھی۔ آپ مویشی چرانے کے لئے وہاں جایا کرتے تھے۔ نزدیک ہی کھیڑلی کی رکھیا میں دادا گلاب شاہ مجذوب رہا کرتے تھے۔ یہ مجذوب بڑے صاحب فیض تھے۔ جنہوں نے میاں صاحب کو چند روز میں فیض باطن سے مالا مال کر دیا۔ آپ نے میاں دین علی شاہ صاحب مجذوب دہلی۔ میاں کلن شاہ مجذوب کوٹ پتلی۔ مولوی نور محمد صاحب کملی والے دہلوی۔ نیز حضرت میاں محمد اسمٰعیل صاحب کمہار حصار اور میاں نور محمد صاحب نقاش سے فیض باطن حاصل کیا۔

میاں راج شاہ صاحب کے ہمعصروں میں جناب سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی۔ حاجی امداداللہ صاحب تھانوی۔ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب مرادآبادی، حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوہ، مولانا غوث علی شاہ قلندری پانی پتی۔ مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلی۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی۔

شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی تھے۔ آپ اِن بزرگوں سے ملے اور شاہ صاحب کے وعظوں میں برسوں شرکت کی۔

آپ نے مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب مہم (رہتک) کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔

آپ نے غزنت پور پاس کے پہاڑ۔ کھورالبیؒ کے جھرنوں اور فیروزپور جھرکہ کے جھرنوں میں عرصے تک مختلف اوقات میں عبادت کر کے راتیں گزار دیں۔ آپ نے ڈوم والے تالاب کی سِلا پہ بارہ سال تک عشاء سے لیکر صبح تک اللہ اللہ کی ہے۔ آپ چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت کرتے اور فرماتے تھے کہ جھوٹ، دغابازی چوری اور ریاکاری بڑے سخت گناہ ہیں۔ حسد اور بغض کینہ اور ریاکاری سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندوں کی خدمت کرنا۔ اور غریبوں کی مدد کرنا بہترین عبادت میں ہے اسی طرح سے اللہ راضی ہوتا ہے صالحین مومنین اور علماء کی صحبت سے قوتِ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

اچھے کی صحبت بھلی بیٹھے کسی جتی ستی کے پاس ❖ سیلو کرے سمندر کی جاسو گنگا ن جل ہو رہا تھ (میواتی دوہا)

آپ کو میاں گلاب شاہ مجذوب سے زیادہ عشق تھا۔ بغیر اُن سے ملے بےچین رہتے تھے۔ میاں گلاب شاہ نے اُن کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ تم گھر سے چلتے وقت آنکھیں بند کر لیا کرو چنانچہ جب گھر سے چل کر آنکھیں کھولتے تو اپنے آپ کو شاہ صاحب کی خدمت میں موجود پاتے۔ بارہ سال تک یہی وِرد رہا۔ ایک روز شاہ صاحب نے میاں دراج شاہ کو اپنا جھوٹا شربت پلا کر بغل میں دبایا۔ اور بعد ازاں کچھ نفل بتلائے اور فرمایا اب ست دیا کرو۔

میاں گلاب شاہ کا مزار جھیرکہ میں نزد ہائی سکول ہے آپ نے بعمر 68 سال کی وفات پائی تھی اپنی جائے پیدائش سوندھ شریف میں دفن ہوئے۔ آپ گاؤں والے اور خاندان والے تقسیم 47 کے دوران پاکستان چلے گئے۔

اہل دیہ شاہ

(ماخوذ از ملتِ راجؒ شاہی)

آپ کے خلفاء

میاں غازی الدین۔ خلیفہ اوّل میاں راج شاہ

تاریخ وفات 1857ء کے قریب

جائے مدفن۔ شہر بھرتپور۔ مقبرہ مہاراجہ بھرتپور نے تعمیر کرایا۔

میاں ولی محمدؒ۔ ساٹھاواڑی (نزد نگینہ) تاریخ وفات 1930ء

چوہڑ سدھ

خان پور کے (ضلع الور) میں پہاڑوں اور چشموں کے درمیان ایک غار آٹھ میٹر لمبا اور ایک میٹر سے کچھ کم چوڑا ہے۔ اونچائی صرف اتنی ہے کہ آدمی بیٹھ سکے کہا جاتا ہے کہ چوہڑ سدھ نے جو خواجہ معین الدین چشتیؒ 1117–12–14 کے زمانے کے ایک میواتی بزرگ تھے یہاں بیٹھ کر چلہ کیا اس کے بعد میں ایک چشمے کے کنارے انہوں نے اپنا ذکر و شغل اختیار کیا جہاں کسی معتقد نے کچھ تعمیرات کر دی تھیں جو اب بھی سنسان حالت میں موجود ہیں اور ان کو چوہڑ سدھ کی بیٹھک کہا جاتا ہے۔

لال درس

شبیر پور میں لال خاں کی بہت بڑی درس گاہ ہے یہ اکبر کے زمانے کے ایک بزرگ تھے کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں دینِ الٰہی کے مبلغ تھے ۔ ان کے خاص تین اصول تھے

① تمباکو نہ استعمال کرنا

② گوشت نہ کھانا

③ شراب نہ پینا

یہ درگاہ بہت بڑے رقبے میں ہے اور اس پر کافی زمین وقف ہیں۔ اس درگاہ کے چاروں طرف ہزاروں مسلمان جہالت میں پڑے ہوئے ہیں اور درگاہ کے مکانات برباد ہو رہے ہیں۔

اہلِ میوات کو خوشخبری } میوات میں تعلیمی رجحانات { اہلِ میوات کو خوشخبری

سلسلے کے لیے دیکھیے صفحہ 156 } میو اینگلو ورنیکلر سکول نوح ضلع گوڑگانوہ

میو اینگلو ورنیکلر سکول نوح ضلع گوڑگانوہ کا پہلا سالانہ جلسہ

معزز ناظرین میو اینگلو ورنیکلر سکول نوح ضلع گوڑگانوہ کا پہلا جلسہ بتاریخ ۲۵ مارچ ۱۹۲۲ء ہفتہ ۸ بجے صبح مقام نوح چوہی گنج متصل تالاب منعقد ہوگا میو قوم کا یہ اپنی قسم کا پہلا جلسہ ہے۔ یوں تو یہ سکول تقریباً دس سال سے قائم ہے مگر اب تمام سربر آوردگانِ قوم۔ چوہدریان۔ ذیلداروں۔ انعام داروں نے بالاتفاق رائے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اہلِ سکول کے لیے معقول چندہ فراہم کر کے جلد سے جلد اس سکول کو ہائی سکول کے درجے تک پہنچا دیا جائے سب لوگوں کی خواہش کے مطابق کمالِ مہربانی سے ہمارے محترم مہربان جناب والا شان مسٹر ایف۔ ایل برین ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گوڑگانوہ نے باوجود شدید عدیم الفرصت ہونے کے شریک جلسہ ہونے کا وعدہ دیا ہے یہ قومی خدمت کا نادر موقع ہے اس موقعہ پر ایک قومی انجمن مجوزہ چودھری حیات خاں صاحب ممبر کونسل پنجاب کے اغراض و مقاصد بھی حاضرین کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے آپ صاحبان سے التماس ہے کہ تاریخ مذکورہ سے ایک دن پیشتر یعنی ۲۴ مارچ یومِ جمعہ کی شام تک تشریف لا کر اپنی شرکتِ جلسہ اور امداد مالی سے قوم کو ممنون فرماویں۔ فقط والسلام

خادمانِ قوم

محمد حیات خاں ممبر لیجسلیٹو کونسل صوبہ پنجاب
یعقوب خاں قیصری بسرو
صوبیدار میجر عیوض خاں (کانگرکا)
مل خاں چودہری (راسینہ)
رحیم خاں چودہری گوالدہ
وزیر خاں سنگوندہ

فتح خاں ذیلدار چندینی
مہتاب خاں ذیلدار پچھرر
مشتاق احمد بی، اے وکیل گوڑگانوہ چھاؤنی
قاضی ضیاء الدین احمد (سیہنہ)
دراب خاں ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ملب

مستفر پریس فراشخانہ دہلی